



انتخاب  
حداق بخش

حضرت رضا بریلوی

ترجمہ و تفسیر  
پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد  
ایم اے، بی اے، ایف اے

سرہند پبلسٹی کیشنز

کراچی (سندھ)

اسلامی جمہوریہ پاکستان

## حقوق طباعت بحق ناشر محفوظ ہیں



حضرت رقا بریلوی	○ مصنف
انتخاب حقائق بخشش	○ کتاب
پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد	○ مرتب
خالد فاروق، محمد طارق رانا، غور شید عالم گوہر رقم	○ کاتب
اسلم کمال، محمد صدیق قانی	○ آرٹسٹ
شیخ صبیر احمد	○ طابع
سریندر پبلی کیشنز، کراچی	○ ناشر
۱۷۱۵/۱۹۹۵ء	○ طباعت
اول	○ اشاعت
ایک ہزار	○ تعداد
۵۰ روپے	○ قیمت

### ملنے کے پتے

- ① سریندر پبلی کیشنز، نمبر ۸۸، بلاک نمبر ۷-۸، ڈی ایم ایچ ایس، کراچی، فون نمبر ۳۵۱۲۳۳
- ② افتخار پبلی کیشنز، ۲۵۔ چانچل ٹینشن، ریگل، صدر، کراچی، فون نمبر ۷۷۲۵۱۵
- ③ مرینہ پبلشنگ کمپنی، ایم۔ اے جناح روڈ، کراچی، فون نمبر ۷۷۲۶۷۷
- ④ مکتبہ رضویہ، گاڑی کھاتا نزد آرام باغ، کراچی نمبر ۱، فون نمبر ۲۱۶۲۶۳-۲۱۷۸۸۹
- ⑤ شہزاد پبلی کیشنز، ۲۷۲-بی، گل گشت کالونی، ملتان، فون نمبر ۵۲۳۶۶۰
- ⑥ مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور، فون نمبر ۳۱۴۷۵۷
- ⑦ منظر پبلی کیشنز، اے۔ ۲۶-۶، پیر الٹی بخش کالونی، کراچی، فون نمبر ۵۳۱۰۲۹۴



## ترتیب

۱۔ ابتدائیہ

۲۔ حضرت رضا بریلوی ایک نظر میں

۳۔ حضرت رضا بریلوی دانشوروں کی نظر میں

○ جاں نثاری و فداکاری

○ سرمستی و سرشاری

○ خان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) دیباچہ رسالت میں

۴۔ انتخاب حقائق بخشش (نعتیہ کلام کا انتخاب)

○ مغزلیات

○ قصائد

○ رباعیات

۵۔ آئینہ حضرت رضا بریلوی

○ تعارف حضرت رضا بریلوی

○ حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری اپنے آئینے میں

۶۔ اختتامیہ

۷۔ مناجات رضا





وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي عَدِيٍّ  
 عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَأْتِيكُمْ  
 بِأَنْبِيَاءٍ مِنْكُمْ فَأَكْبَرُكُمْ عَلَيْهِمْ وَأَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِمْ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ

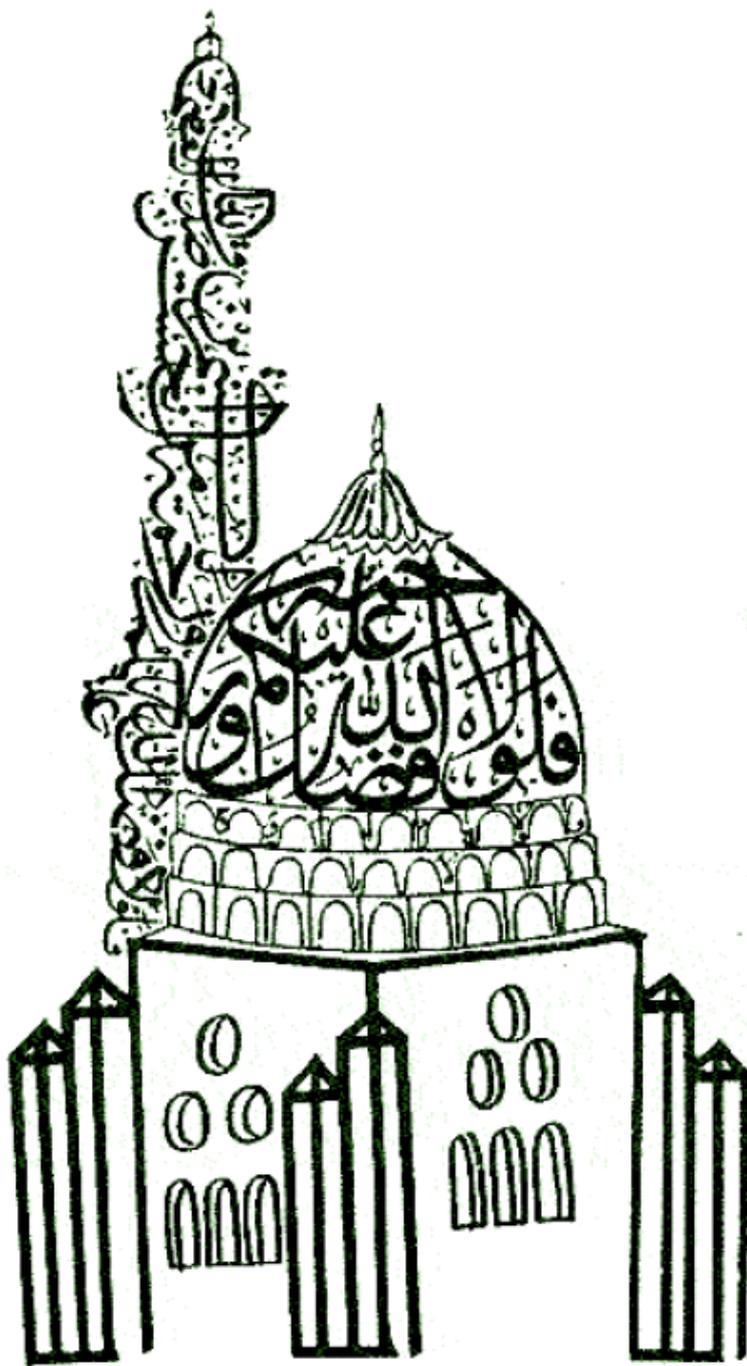
١٠٠





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
مَنْ كَانَ فِي حَرْبٍ مَعَهُ نَسْرَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَلْيُجَاهِدْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
وَمَا يَنْبَغِي عَلَيْهِ أَنْ يَرْجُو نَصْرَهُمْ وَلَا يُخْشِيَ عَدُوَّهُمْ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُ اللَّهُ  
وَأُولَئِكَ سَيَجْعَلُ اللَّهُ سُبُلَ رَحْمَتِهِ لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

١٤٤٠



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ابتدائیہ



ایسا حسین و جمیل چہرہ کہ بس دیکھا کیجئے! — دیکھنے والوں نے  
ایسا حسین نہ دیکھا — سُننے والوں نے ایسا حسین نہ سُننا —  
ایسا حسین، جس کے حُسن و جمال پر دیکھنے والوں نے ایمان نچھاور کر دیئے —  
دل فدا کر دیئے — جانیں قربان کر دیں — اللہ اللہ، کشش  
کا عالم — سارے عالم کے دل کھنپنے لگے — جس کو دیکھتے کھنچا چلا  
آ رہا ہے — گردا گرد جگمگا لگا ہوا ہے — جو ہے دستِ کرم کا  
محتاج — جو ہے نظرِ کرم کا اُمیدوار — پیاری پیاری ادائیں —  
سبحان اللہ، ماشاء اللہ! جانے کو دل نہیں چاہتا — سادگی سی  
سادگی ہے — عاجزی سی عاجزی ہے — مکیٹی سی مکیٹی ہے  
— جو آتا ہے جھولیاں بھر کے لے جاتا ہے — ہیبت و جلال کا  
یہ عالم کہ شاہوں کے قدم لڑکھڑا رہے ہیں — شہنشاہوں کے  
دل کانپ رہے ہیں۔ ہاں سے



ظاہر میں غریب الغر باء پھر بھی یہ عالم

شاہوں سے سوا سطوت سلطانِ مدینہ!

حضرت رضا بریلوی کا محبوب بے اختیار نہ تھا۔ جنفاؤ شعار

نہ تھا۔ آدم بیزار نہ تھا۔ رضا کا محبوب مختار گل تھا۔

وفا شعاروں کا سرتاج تھا۔ دل داروں کا سردار تھا۔

غم زدوں کا غم گسار تھا۔ سیہ کاروں کا دل نواز تھا۔

تجھ سا سیہ کار کون ہے؟ اُن سا شفیع ہے کہاں؟

پھر وہ تجھی کو بھول جائیں؟ دل یہ ترا گمان ہے!

محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں عجب میسجائی ہے۔ دل

دکنے لگتے ہیں۔ چہرے چمکنے لگتے ہیں۔ کردار سنونے لگتے

ہیں۔ مُردہ، زندہ ہونے لگتے ہیں۔ دیرانے آباد ہونے لگتے

ہیں۔ جہاں بدلنے لگتے ہیں۔ محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

کا ایک سُورہ ہے۔ یہ سُورہ ہی زندگی ہے۔ تناؤ کھچاؤ سے

نجات مل جانا بڑی دولت ہے۔ یہ سُورہ شکنجوں میں کسے ہوتے

انسانوں کو آزاد کرتا ہے۔ یہ سُورہ پریشاں خیالیوں کا علاج ہے

۔ گیتوں اور نغموں میں بھی سُورہ ہے۔ مگر آنی جانی ہے۔

محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سُورہ ہی کچھ اور ہے۔ نعت!





محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بہار ہے۔ نعت سرورِ سرمدی کا خزانہ ہے۔ ”بہترین تخلیقات وہی ہیں جو روحانی سرور اور بصیرت کا ذریعہ ہوں۔“

محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) احساس میں شدت اور جذبے میں گہرائی پیدا کرتی ہے۔ دل مچلنے لگتا ہے۔ ذہن سنہلنے لگتا ہے۔ زبان گنگنا نے لگتی ہے۔ خود بخود اشعار ڈھلنے لگتے ہیں۔ رضا بریلوی، شاعروں کی طرح سوچتے نہ تھے۔ وہ تمیزِ رحمن تھے۔ فکر و خیال کی دادیوں میں غلطاں و پچپاں نہ رہتے تھے۔ جب جذبات کی گھٹائیں اٹھنے لگتیں۔ جب فکر و خیال کے بادل برسنے لگتے۔ شعر اُبلنے لگتے۔ جھرنے چلنے لگتے۔ قرطاس و قلم کا نصیبہ جاگ اُٹھتا۔ ان کی رُوح بولتی چلی جاتی۔ اُن کا قلم لکھتا چلا جاتا۔ ”شاعری جب ہاتھ غیبی کی ترجمان ہو جاتے تو اپنی بلندیوں کو چھونے لگتی ہے۔“



نعت جذبات و احساسات کو متوازن رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ انسان کی طبعی وحشت کو طمانیت و سکون سے بدل دیتی ہے۔ فکر و خیال میں یک سوئی اور یک رنگی پیدا کرتی ہے۔



محبت کرنے والے میں جب جمالِ محبوب منعکس ہوتا ہے تو اس کے قول و  
 عمل اور فکر و خیال میں محبوب کے جلوے نظر آنے لگتے ہیں۔ جتنا  
 قریب ہوتا جاتا ہے۔ اتنا ہی محبوب کے رنگ میں رنگتا جاتا ہے  
 ۔۔۔ یہاں تک کہ خود محبوب بن جاتا ہے۔۔۔ رضا بریلوی نے اپنی نعتیہ  
 شاعری میں اُس جانِ جاں، جانِ ایماں صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سمو  
 کر رکھ دی۔۔۔ دیوان کیا ہے، حریم ناز کے پردے اُٹھے ہوئے ہیں  
 ۔۔۔ جمالِ محبوب، ادائے محبوب، کلامِ محبوب، خرامِ محبوب، عطائے  
 محبوب، رضائے محبوب، وفائے محبوب۔۔۔ جدھر دیکھئے، محبوب ہی  
 محبوب۔۔۔ جدھر دیکھتے تو رہی نور۔۔۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ!

دل نور، جگر نور، زباں نور، منظر نور

یہ کیا ہے مری فاطمہ ناسد کا عالم!

رضا بریلوی جب اپنے محبوب دل آرا کی محبت میں ڈوبتے ہیں  
 اور اس کے حسنِ دل اندر دوز کو شعروں میں ڈھالتے ہیں تو یہ محسوس  
 ہوتا ہے جیسے دل پھل رہے ہوں۔۔۔ جیسے آنکھیں برس رہی ہوں۔۔۔  
 جیسے سینے پھک رہے ہوں۔۔۔ جیسے چشمے اُبل رہے ہوں۔۔۔ جیسے  
 نوازے چل رہے ہوں۔۔۔ جیسے گھٹائیں چھا رہی ہوں۔۔۔ جیسے پھول  
 پڑ رہی ہو۔۔۔ جیسے مینہ برس رہا ہو۔۔۔ جیسے بھرنے چل رہے ہوں





— جیسے دریا بہہ رہے ہوں — جیسے صبا چل رہی ہو — جیسے  
پھول کھل رہے ہوں — جیسے خوشبو بہک رہی ہو — جیسے  
تارے چمک رہے ہوں — جیسے کہکشاں دمک رہی ہو — جیسے  
آفاق پھیل رہے ہوں — جیسے دنیا سمٹ رہی ہو — جیسے  
زمین سے اٹھ رہے ہوں — جیسے فضاؤں میں بلند ہو رہے ہوں  
— جیسے آسمانوں میں پھیل رہے ہوں — جیسے دروازے  
کھل رہے ہوں — جیسے ایک نئے جہاں میں جھانک رہے ہوں  
— جیسے قدسیوں سے باتیں کر رہے ہوں — جیسے حوروں  
سے سرگوشیاں کر رہے ہوں — جیسے باغ بہشت کی سیر کر رہے  
ہوں — جیسے کوثر و تسنیم سے سیراب ہو رہے ہوں —  
جیسے سینوں میں وسعت کو نین سما رہی ہو — جیسے جلوۂ یار کو آمنے  
سامنے دیکھ رہے ہوں — جیسے وہ آ رہے ہوں — جیسے وہ جا رہے  
ہوں — جیسے وہ منہس رہے ہوں — جیسے وہ رو رہے ہوں —  
جیسے وہ بول رہے ہوں — جیسے وہ مسکرا مسکرا کر دل کی کلیاں کھلا رہے  
ہوں — جیسے ہم اُن کو دیکھ دیکھ کر مر رہے ہوں ، جی رہے ہوں —  
جیسے اُن کے ٹور کی خیرات لوٹ رہے ہوں — جیسے اُن کے کرم کی  
بہاریں دیکھ رہے ہوں — رضا بریلوی کے نعتیہ نغموں کی کیا بات !

ایک ایک حرف چمک رہا ہے — ایک ایک لفظ دمک رہا ہے —  
 ایک ایک مصرع چمک رہا ہے — ایک ایک شعر میں جہانِ معنی آباد  
 ہیں —



جدید تحقیق کے مطابق رضا بریلوی ۵، سے زیادہ علوم و فنون  
 میں مہارت رکھتے تھے، تقریباً پندرہ علوم و فنون کا تعلق براہِ راست شعر و  
 ادب سے ہے۔ بلکہ ان کے شعری اور نثری ادب میں ان کے ہر  
 علم و فن کی جھلک نظر آتی ہے۔ ویسے ادب کا دامن بہت وسیع ہے  
 شاید اتنا وسیع کسی علم و فن کا دامن نہ ہوگا۔ جس علم پر اس کی تبتی  
 پڑتی ہے، اُس کا ہو جاتا ہے۔ ادب ایک ایسا عطر مجموعہ ہے جس  
 کی خوشبو سے مشامِ جاں مومطر ہوتا ہے۔ الفاظ و حروف، اس کا  
 جسم ہیں اور جذبہ اُس کی رُوح۔ رُوح اس کی بستی ہے۔ دل  
 اُس کا گھر ہے۔ دماغ اس کی سواری ہے۔ آنکھیں اس کی  
 خادم ہیں۔ قلم اس کا چوہدار ہے۔

مطالعہ و مشاہدہ جتنا وسیع ہوتا جاتا ہے۔ ذہنی اُفق اتنا ہی  
 پھیلتا جاتا ہے۔ پھر مطالعہ و مشاہدہ کا ایک جہاں نہیں، بیسیوں  
 جہاں ہیں۔ خارجی بھی داخلی بھی۔ ہماری دُنیا صرف یہ جہاں ہے



مگر دیدہ و ر کی نظر میں ہر جا جہان دیگر ہے۔۔۔ رضا بریلوی کا مطالعہ  
اور شاہدہ بڑا وسیع تھا، اس لیے اُن کا ذہنی اُفق وسعتوں کو اپنے آغوش  
میں لیے ہوئے ہے۔۔۔ ہم اُن وسعتوں میں پرواز کرتے ہیں مگر پا  
نہیں سکتے۔۔۔ اس کی حدود کو چھو نہیں سکتے۔۔۔ ان وسعتوں کے باہر  
جانا تو بہت دُور کی بات ہے۔۔۔ فکر و فن کے بھی سماوات ہیں۔۔۔  
ان کی پہنائیوں کو وہی پا سکتے ہیں جو اداس تئیں ادب ہوں۔  
رضا بریلوی کی شاعرانہ خوبیوں کی کیا بات کی جائے۔۔۔ کون  
سی خوبی ہے جو یہاں نہیں۔۔۔ اُن کی شاعری پیکرِ حسن و جمال ہے  
۔۔۔ سبحان اللہ سبحان اللہ!۔۔۔ معانی و بیان کی دل آویزیاں۔۔۔  
صنائع و بدائع کی جلوہ ریزیاں۔۔۔ تشبیہات و استعارات کی سحر  
انگیزیاں۔۔۔ الفاظ و حروف کی حیرت انگیز صف بندیاں۔۔۔  
محاوروں کا حسین امتزاج۔۔۔ روزمرہ کا دل آویزاں استعمال  
۔۔۔ طرزِ ادا کی رنگینی و باکپن۔۔۔ سادگی و پُرکاری۔۔۔ ندرت و فکر و  
خیال۔۔۔ بے ساختگی و برجستگی۔۔۔ موسیقیت و نغمگی۔۔۔ رفعت  
مضامین۔۔۔ نکھرے سقھرے پاکیزہ اشعار۔۔۔ سراپا انتخاب۔۔۔  
فکر و خیال کو جس سانچے میں ڈھالتے ہیں جس سے حسیں نظر آتا ہے  
۔۔۔ غزل کو اتنا بلند کیا کہ نعمت بنا دیا اور نغمہٴ نعمت کو اس بلند

آہنگی سے چھیڑا کہ زمین و آسمان گونجنے لگے۔۔۔



عربی زبان پر یہ قدرت کہ قصائد میں ۳۰۰ اشعار تک بھی قافیہ  
مکھرنے آیا۔۔۔ اور اردو کی اپنی تنگ دامانی کی وجہ سے ۱۲۳ اشعار  
تک قافیہ مکھرنے آیا۔۔۔ رضا بریلوی نے اردو کی حدوں کو چھو لیا۔۔۔  
اردو قصیدوں میں اُن کا قصیدہ معراجیہ، اُن کی شاعری کا کمال بھی ہے اور  
شباب بھی۔۔۔ اس کی نظیر پوری اردو شاعری میں نہیں۔۔۔ جو پڑھتا  
ہے پھڑک اٹھتا ہے۔۔۔ جو سنتا ہے، سر دھناتا ہے۔۔۔ اگر  
رضا بریلوی یہی ایک قصیدہ لے کر میدان شاعری میں اترتے تو سب شاعروں  
پر گوئے بقت لے جاتے۔۔۔ ایسا مرصع قصیدہ راقم نے اپنی چالیس سالہ  
ادبی زندگی میں نہ سنا اور نہ دیکھا۔۔۔ یہ قصیدہ ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء سے  
قبل کہا گیا مگر جب ۱۵ جون ۱۹۱۴ء کو اخبار دبدبہ سکندری میں رام پور  
(بھارت) سے شائع ہوا تو مدیر نے اس پر جو نوٹ لکھا وہ گفتنی بھی ہے  
اور شنیدنی بھی۔۔۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں :





## قصیدہ در تہنیت شادی اسراء

جس کی ہر سطر مر وارید فصاحت و بلاغت کی سلک آبدار۔ جس  
کا ہر مصرع گل ہائے بلاغت کا خوشنما ہار۔ ہر لفظ عمدہ، پاکیزہ  
۔۔۔ زیور حسن سے آراستہ۔۔۔ تحقیق صوری و معنوی کا دریا۔ خوبی کے  
سانچے میں ڈھلا ہوا۔۔۔ بحر محبت محبوب رب عزت کو کمال جوش و  
خروش میں لانے والا۔۔۔ جاں نثاران حضور پر نور سید عالم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کو مست و بے خود بنانے والا۔ جس کی نظیر عالم میں مفقود  
سر اپا محمود و مسعود۔۔۔ تصنیف لطیف، بہار گلشن شریعت۔۔۔  
طراز دامن ہدایت۔۔۔ سر آمد فصحا و بلغاء۔۔۔ اتاذ الشعراء۔۔۔  
امام المحققین۔۔۔ تاج المدققین۔۔۔ پیشوائے اہل سنت۔۔۔ مجدد  
مائتہ حاضرہ۔۔۔ مؤید ملت طاہرہ۔۔۔ عالی جناب، تقویٰ مآب مولانا  
مولوی حاجی قاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ محمدی، سنی، حنفی،  
قادری برکاتی، بریلوی مظلوم الاقدس۔

(دبیدہ سکندری، رام پور، شمارہ ۱۵، جون ۱۹۱۴ء، ج - ۵۰،

نمبر ۲۹، ص ۷-۹)





رضا بریلوی کے نزدیک نعت کہنا، تلوار کی دھار پر چلنا ہے —  
وہ زندگی بھر تلوار کی دھار پر چلتے رہے — اُن کے نزدیک حمد باری  
تعالیٰ میں کوئی حد نہیں اور نعت گوئی میں دونوں جانب سخت حد بندیاں  
ہیں — مگر حد میں رہ کر جب وہ پرواز کرتے ہیں تو ان حدود کی  
وسعتوں اور پہنائیوں کا عالم دیدنی ہوتا ہے — وہ آداب نعت  
گوئی سے آشنا تھے — اُن کے شعور میں بڑی گہرائی تھی — اُن  
کے عرفان و آگہی میں بڑی گیرائی تھی — جذبے کی صداقت اور محبت کی  
نورانیت نے اُن کے کلام کو بہت بلند کر دیا — اُن کا کلام نعتِ حبیب  
کا وہ مشرق ہے جس سے آفتاب جہاں تاب کی شعائیں پھوٹ رہی  
ہیں اور سارے عالم کو منور کر رہی ہیں — سوز و ساز اور جذبہ و اثر  
نے گویا الفاظ کو زباں دے دی — باکمال شاعر ہوتے ہوئے بھی،  
شاعری کو کبھی وجہ افتخار نہ سمجھا — ہاں ذکرِ حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
کو سرمایہ صد نازش و افتخار جانا — رضا بریلوی کی شاعری کی  
بلندی کا یہ عالم ہے کہ شاعروں کی بھیڑ بھاڑ میں وہ سُرو قد نمایاں نظر  
آ رہے ہیں — خراماں خراماں چلے آ رہے ہیں — چہرہ زیبا دیکھنے  
کے لیے سب بے چین ہیں — سب اُن کے حضور سر جھکائے سلام



کے لیے حاضر ہیں —

رضا بریلوی کی تعریف میں بہت سے نامور شعراء، طباندان

نظر آتے ہیں — ان میں یہ شعراء بھی ہیں — داغ دہلوی، حسرت

موہانی، ڈاکٹر اقبال لاہوری، نیاز فتحپوری، شمس بریلوی، ضیاء القادری،

منظیر لدھیانوی، اختر القادری، احمد ندیم قاسمی، گوہر ملیانی، کوثر نیازی،

جیل قدوائی، شاعر لکھنوی، شان الحق حقی، فرمان فتحپوری، سیم بریلوی،

عابد نظامی، طاہر تونسوی — یہ سلسلہ بہت ہی طویل ہے، کہاں

تک بیان کیا جائے !



رضا بریلوی نے انیسویں صدی میں اُس وقت نعرہٴ متانہ بلند

کیا جب متاعِ عشق و محبت ٹٹ رہی تھی — فکر و خیال پر شبخوں

مانے جا رہے تھے — کارواں سے احساسِ زیاں پھینا جا رہا تھا —

رضا بریلوی نے دماغ کو بیدار رکھا — دل کو زندہ رکھا — چراغ

محبت کو روشن رکھا، بجھنے نہ دیا — خیالوں کی دُنیا کو زندگی سے

آشنا کیا — مجازی محبوبوں کے چنگل سے نکالا — مستوں کو ہشیار

کیا — رندوں کو آپِ حیات دیا — اندھیروں میں اُجالا کیا —

اُجالوں کو رشکِ آفتاب کیا — زمانے کے اسیروں کو آزاد کیا —



موبوں سے لڑنے کا حوصلہ دیا۔ مایوسوں کو آس دی۔ ناامیدوں  
 کو امید دی۔ خاک نشینوں کو عرش نشین کر دیا۔ احسانات کے  
 دھارے کو موڑ دیا۔ جذبات کی دنیا کو یکسر بدل دیا۔ اور نعتِ  
 مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گیت اس بلند آہنگی سے گاتے کہ سارا  
 جہاں گانے لگا۔ سب چکنے لگے۔ سب جھومنے لگے، ہاں  
 گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رخصت سے بوستاں۔ رضا  
 بریلوی کی نعت گوئی ایک تحریک بن گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے نعت گو  
 شعرا کا ایک قافلہ رواں دواں منظر آنے لگا۔ شعری مجموعوں کا نہ  
 ختم ہونے والا ایک سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔  
 یہ اُس نعرۂ متانہ کا جواب ہے جو انیسویں صدی عیسوی کی تاریک فضاؤں  
 میں رضا بریلوی نے لگایا تھا۔ ڈاکٹر اقبال اسی آواز کی، آواز  
 باز گشت ہیں۔

آج عالمِ اسلام کو پیغامِ رضا کی ضرورت ہے۔ ہونناک  
 صدائیں سن سن کے کان پک گئے۔ گھٹا ٹوپ اندھیروں نے بینائی  
 سلب کر لی۔ نفرتوں سے دماغ کھول رہے ہیں۔ عصبیتوں سے  
 دل جل رہے ہیں۔ محبت کے چمن لٹ رہے ہیں۔ انسانیت  
 سک رہی ہے۔ جذبات سرد پڑ گئے۔ حیرت کدے





میں آگے۔۔۔ سب ایک ایک کا منہ دیکھ رہے ہیں۔۔۔ پیاسے ایک  
ایک بوند کو ترس رہے ہیں۔۔۔ بھوکے ایک ایک ٹکڑے کو تک  
رہے ہیں۔۔۔ ہاں، وہ جانِ جاناں کہاں ہے جس نے الہی نعموں سے  
کانوں میں رس گھولے؟۔۔۔ انسان کو جاں نواز بنایا۔۔۔ وہ جانِ  
ایمان کہاں ہے جس نے نفرتوں اور عصبیتوں کو پیروں تلے روندنا، دشمنوں  
کو گلے لگایا۔۔۔ وہ جانِ جہاں کہاں ہے جس نے بھوکوں کو کھانا  
کھلایا، پیاسوں کو پانی پلایا، ہمدردی و غم خواری کا سبب سکھایا  
۔۔۔ ہاں وہ جانِ جاں کہاں ہے جس نے سب کو انسانیت کو  
سہارا دیا اور محبت و اخوت کا پیغام سنایا۔۔۔ وہ جانِ عالم کہاں  
ہے جس نے مُردہ تنوں میں نئی رُوح پھونکی، جہاں میں حیرت انگیز  
انقلاب برپا کیا۔۔۔ آج سائے عالم کو اس کی ضرورت ہے۔۔۔  
ہاں، اے رضا!۔۔۔ اے اسلام کے شہدائی! اے مصطفیٰ کے  
فدائی!۔۔۔ آج اُسی کے گیت گا، آج اُسی کے نئے الہام کہ خزاں  
میں بہا رہے، اندھیروں میں اُجالا ہو۔۔۔ ہاں :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
صَلِّیْ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ  
حکیم

مُطربِ خوش نوا بگو، تازہ بتازہ ، نو بہ نو ،  
چُپ نہ ہو، ہائے چُپ نہ ہو، گائے جا ہائے گائے جا!

کیف نہ ہونے پائے کم ، پاس نہ آنے پائے غم  
اے مرے دافعِ آلم ! نغمے یوں ہی سنائے جا!

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

اَفْلَحَ حَكِيمٌ  
وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ







روضہ حضرت رضا بریلوی، بریلی شریف (بھارت)

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حضرت رضا بریلوی ایک نظر میں



- ① وطن اسلی \_\_\_\_\_ بریلی (ہندوستان)
- ② وطن آبائی \_\_\_\_\_ قندھار (افغانستان)
- ③ نام نامی \_\_\_\_\_ محمد احمد رضا خاں
- ④ والد ماجد \_\_\_\_\_ علامہ محمد تقی علی خاں ابن علامہ محمد رضا علی خاں
- ⑤ ولادت \_\_\_\_\_ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ / ۱۳ جون ۱۸۵۶ء، بریلی
- ⑥ ختم قرآن \_\_\_\_\_ ۱۲۷۶ھ / ۱۸۶۰ء
- ⑦ علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت اور دستا
- ⑧ فضیلت \_\_\_\_\_ نصف شعبان المعظم ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۹ء
- ⑨ شادی \_\_\_\_\_ ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۶ء
- ⑩ بیعت و خلافت \_\_\_\_\_ ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۷ء
- ⑪ پہلا حج بیت اللہ شریف اور زیارت
- ⑫ حرمین شریفین \_\_\_\_\_ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
- ⑬ علماء حرمین سے سندت اجازت
- ⑭ حدیث \_\_\_\_\_ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء



- ۱۲) دوسرا حج بیت اللہ شریف اور  
زیارت حرمین طیبین \_\_\_\_\_ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء
- ۱۳) علماء عرب کے نام مذاہن خلافت کا اجراء \_\_\_\_\_ ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء
- ۱۴) مغربی سائنسدانوں کا ردِ بلوغ \_\_\_\_\_ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء
- ۱۵) زبانِ دانی \_\_\_\_\_ اُردو، ہندی، فارسی، عربی
- ۱۶) علوم و فنون میں مہارت \_\_\_\_\_ ۵، علوم و فنون (عقلیہ و نقلیہ)
- ۱۷) شہری تصانیف \_\_\_\_\_ دیوانِ اُردو و فارسی (مطبوعہ دیوان  
قصائد (عربی و فارسی) دیوانِ صنائع و  
بدائع و تواریخ، متفرق و منتشر اُردو،  
فارسی، عربی، غزلیات، قصائد و قطعات
- ۱۸) شہری تصانیف \_\_\_\_\_ تقریباً ایک ہزار (اُردو، فارسی، عربی)
- ۱۹) فرزندانِ گرامی \_\_\_\_\_ علامہ محمد خالد رضا خاں، مفتی اعظم  
محمد مصطفیٰ رضا خاں
- ۲۰) خلفائے عرب و عجم \_\_\_\_\_ ایک سو سے زیادہ
- ۲۱) دصال \_\_\_\_\_ ۲۵، صفر المنظر، ۱۳۴۰ھ / ۲۸، اکتوبر

۱۹۲۱ء، بریلی

- ۲۲) شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کا خراج عقیدت \_\_\_\_\_ ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء





۲۳) معاصر نعت گو شعراء \_\_\_\_\_ داغ دہلوی، محسن کاکوروی، الطاف

حصین حالی، امیر بدایونی، اکبر وارثی،

امیر مینائی، شائق دہلوی، حسن بریلوی

اکبر الہ آبادی، اقبال لاہوری، اقبال

سہیل اعظم گڑھی، وحید مہسوی وغیرہ

۲۴) تحقیق و ریسرچ \_\_\_\_\_ پاکستان، ہندوستان اور امریکہ کی

متعدد یونیورسٹیوں میں تقریباً ۱۵

طلبہ نے حضرت رضا بریلوی کے حالات

اور علمی و ادبی خدمات پر ایم۔ فل اور

پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کی

ہیں۔ تحقیق و ریسرچ کا یہ سلسلہ

ہنوز جاری ہے۔

۲۵) ترجمہ حقائق بخشش \_\_\_\_\_ پرنسپل غیاث الدین قریشی (نیو کاسل یونیورسٹی)

انگلستان) نے حقائق بخشش کا انگریزی

میں دلائل و براہین منظم ترجمہ کیا ہے جو مسلسل

اسلامک ٹائمز (اسٹاک پورٹ، انگلستان)

میں شائع ہو رہا ہے۔





تازہ مزے ضمیر میں معنی کہیں ہوا

عشقِ امامِ مصطفیٰ، عقلِ امامِ اہلبیت

کتابتِ نور سید عالم کو قلم لایا

۲۲

حضرت رضا بریلوی  
و انشوروں کی نظمیں

۲۵



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی۔ بی، پی۔ ایچ۔ ڈی، ڈی۔ لیٹ  
(سابق صدر شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد سندھ)



اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثل  
علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے فضل و کمال، ذہانت و فطانت،  
طباعتی و ذراکی کے سامنے بڑے بڑے علماء و فضلاء، یونیورسٹیوں کے  
اساتذہ، محققین و مستشرقین نظروں میں نہیں چھتے، مختصر یہ کہ وہ کون سا علم  
ہے جو انھیں نہیں آتا تھا؟ وہ کون سا فن ہے جس سے وہ واقف  
نہیں تھے؟

(ہفت روزہ "انق"، شمارہ ۲۲، تا ۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۱۰)

تذکرہ  
مولانا احمد رضا خاں



## مولانا کوثر نیازی

اسابق وزیر امور مذہبی حکومت پاکستان و چیئرمین اسلامی نظریاتی  
کونسل، اسلام آباد۔ مشہور مصنف و قلم کار اور شاعر و ادیب (



اُردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں کا نعتیہ کلام میں نے دیکھا ہے  
اور بالاستیعاب دیکھا ہے۔ میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ تمام  
زبانوں اور تمام زمانوں کا پورا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضا کا سلام  
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ایک طرف۔ دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا کے سلام کا  
پلڑا پھر بھی جھکا رہے گا۔ میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اُردو زبان کا  
قصیدہ بُردہ ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ جو زبان و  
بیان، جو سوز و گداز، جو معارف و حقائق قرآن و حدیث اور سیرت کے  
جو اسرار و رموز، انداز اسلوب میں جو قدرت و ندرت اس سلام  
میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں۔ مجھے  
افسوس ہے کہ اہل قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی ورنہ اس کے ایک





ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔  
(کوثر نیازی : الامام احمد رضا الحنفی البریلوی و شخصیتہ  
الموسوعیہ، (مترجم ممتاز احمد سعیدی) مطبوعہ کراچی،  
۱۹۹۳ء، ص ۲۲-۲۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ  
عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ  
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ  
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

## HAZRAT RIZA BAREILWI

(Prof. G. D. Qureshi, Newcastle, U.K.)

*Instead he sang the praises of Prophet Muhammad (Allah's Grace and Peace be upon him) through inimitable lyrical poems. This choice was intuitive and most appropriate. I often feel that he could not have done justice to this subject if he had not adopted poetry as his medium of communication. His profound emotions of love for the Islamic ways of life in general and the personality of the Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him), in particular needed the depth of poetry to attain a satisfactory expression. I have noted with immense joy that this choice of words, rhymes, metaphors, similes and the general drift of his style reflect the profundity of his love for every aspect of our beloved Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him). Poetry was the ideal medium for him and he chose it, and I am happy he did.*

(Salam-i-Riza translated into English by Prof. G. D. Qureshi, published by the World Islamic Mission, Bradford-7(U.K.), 1981, p. 26)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ  
عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ  
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ  
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پروفیسر ڈاکٹر نسیم قریشی

(شعبہ اُردو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)



کتی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضا کے حصے میں کہ وہ مقبولین  
بارگاہِ الہی اور نظر کردگان رسالت پناہی کے اُس محبوب زمرے میں ایک  
مقام خاص رکھتے ہیں۔ ایسا بلند مقام کہ انہیں "حسان الہند"  
کے مبارک لقب سے یاد کیے بغیر ان کے بے پناہ جذبہ عشق رسول اور  
ان کی وجد آفرین نعت گوئی کے ساتھ انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔

(مختصر نسیم مصباحی: امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی

نظر میں، ص ۱۲۷)



## ڈاکٹر جمیل جاہلی

(سابق وائس چانسلر، کراچی یونیورسٹی و صدر نشین مقتدرہ قومی  
زبان اُردو، اسلام آباد، مشہور مصنف و محقق اور شاعر و ادیب)



احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی شاعری نے مجھے عشق رسول  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار کیا، مجھ پر کیفیاتِ روحانی کے در و ایکے  
اور میری نئے اور میری آواز اور بچے میں، اُن کی آواز اور نئے شامل ہو گئی  
اُن کی آواز میں ایک جادو ہے، ایک سحر، ایک ظلم ہے  
اور زبان و بیان پر ایسی قدرت کہ کم کو نصیب ہوگی۔

(مجلد نام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۲ء، مطبوعہ کراچی، ص ۶۳-۶۴)





## شاعر لکھنوی



رضابریلوی چوں کہ علوم و فنون کے سمندروں سے گزر کر نعت گوئی کے پل صراط پر قدم رکھتے ہیں اس لیے ان کا فکری شعور نازک سے نازک اور شدید سے شدید جذبے کو الفاظ کے طرف میں اتارنے کے ہنر سے پوری طرح واقف ہے۔ ان کے جذبے کی بے ساختگی لفظوں کے تعاقب میں نہیں پھرتی، الفاظ خود بڑھ کر اور اس جذبے کو اپنی آغوش میں لے کر، ان کے فکری عمل کو، فنی عمل سے ہمکنار کر دیتے ہیں۔ رضابریلوی کی نعتیہ شاعری، جذبے کی پختگی کے علاوہ ایسی بے شمار فنی خوبیوں کی حامل ہے جن کی مثال اُس دور کے شعراء میں بہت کم ملتی ہے۔

تاریخ گوئی میں حضرت رضابریلوی کا منصب، مطبوعہ لاہور

ص ۲۴-۲۵



## ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

(ہندوستان کے ممتاز مسلم کار اور صحافی)



رضا کی شاعری، مذہبی شاعری یعنی تقدیسی شاعری ہے۔ اُن کا عشق قرآنی پیغام ہے، اُن کی مستی کوثر و تسنیم و زم زم بلکہ ساقی کوثر کی مے محبت کی مستی ہے اور ایسے خمار کے عالم میں رضا کے ہونٹوں سے جو آواز نکلتی ہے وہ رُوحِ کبّیٰ آواز ہوتی ہے جس کی نمونگی اور سحر آفرینی انسانی وجود کے ذرے ذرے کو سرمدی سرشاریوں اور سرمستیوں کے ایک جہانِ نو کی سیر کراتی ہے جہاں صوتیاتی نظام کی حکمرانی نہیں، جذبہ عشق بلکہ عشقِ مجسم کی سلطانی ہے۔

(کلامِ رضا کے تنقید سے زاویے، مطبوعہ بریلی، ۱۹۹۰ء)

(ص ۶۸)



## حضرت شمس الحسن شمس بریلوی

پاکستان کے معروف محقق اور شاعر، سرپرست، ادارہ

تحقیقات امام احمد رضا، کراچی )



جہاں جہاں جناب رضا قدس سترہ نے سلاست زبان و بیان کو ملحوظ رکھا ہے، وہاں زبان کی بے ساختگی اور روانی، الفاظ کا دروبست اور بندش کی چستی بتاتی ہے کہ ایک زبان داں ہی اپنی زبان دانی کے جوہر دکھا رہا ہے۔۔۔۔۔ حضرت رضا قدس سترہ کے تجر علمی نے زبان کا لطف برقرار رکھتے ہوئے جو معنی آنسو بینی کی ہے یا یوں کہئے کہ حضرت کی طبع رسا نے بلند سے بلند مضمون کو جس طرح زبان کے سانچے میں ڈھالا ہے، وہ اُن ہی کا حصہ ہے۔۔۔۔۔ حضرت رضا کے قصیدہ نوریہ کو ملاحظہ فرمائیے، انصاف شرط ہے، زبان کی یہ سلاست، یہ بے ساختگی اور یہ مٹھاس آپ نے کہیں ملاحظہ فرمائی؟۔۔۔۔۔ سچ یہ ہے کہ بڑے بڑے زبان داں اس قصیدے پر وجد کرتے ہیں اور زبان کے اس شاہکار





پر بے ساختہ آفریں کہہ اُٹھتے ہیں۔۔۔۔۔ حضرت رضا بریلوی  
نے ان پاکیزہ نعماتِ نعت کو اس بلند آہنگی سے چھیڑا کہ تمام  
بِز صفیہ گونج اُٹھا۔

(کلامِ رضا کا تحقیقی و ادبی جائزہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء)

ص ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۹۰، ۹۲)



## اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی

(لاہور—پاکستان)



جہاں تک میں سمجھتا ہوں حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کو نبل بستانِ حجاز، حسان الہند اور امام نعت گویاں کہتا بالکل بجا اور درست ہے۔ اردو ادب میں ان کے پایہ کا نعت گو کوئی نہیں، ان کے نعتیہ قصائد۔۔۔۔۔ بے مثال ہیں۔ انھیں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات سے جو بے پناہ عشق و محبت ہے، اُس کی پوری جھلک ان کے کلام میں موجود ہے اور یہ جھلک ان کی مشکل ترین زمٹیوں کی نعتوں اور قصائد میں بھی نظر آتی ہے۔ میری خوش بختی ہے کہ میں اپنی ۶۷ سالہ زندگی کے کم و بیش ۶۵ سال شعر و سخن کے مطالعہ میں صرف کرنے کے بعد آخر میں مولانا کے کلام سے پورے طور پر متعارف ہوا اور مجھے مداح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مداحی کا شرف حاصل ہوا۔

(محمد مرید احمد چشتی؛ جہانِ رضا، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۱۰۳)



## پروفیسر ڈاکٹر حامد علی خاں

اشعۃ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ



علامہ رضا کی شاعری وہی تھی، شاعری میں آپ کو کسی کا تلخ نہ تھا، خلاق عالم نے آپ کی طبیعت میں ایسی موزونیت و دلچسپی فرمائی تھی کہ آپ سخن فہمی، سخن سنجی اور سخن گوئی میں اپنی منطیبت آپ تھے اس لیے آپ کے کلام میں آمد ہی آمد ہے اور آورد کا نام نہیں۔

(انوار رضا، لاہور، ۱۳۹۷ھ، ص ۵۳۸)

وَلَسَوْعَتِكَ وَتَرْتِيبِكَ

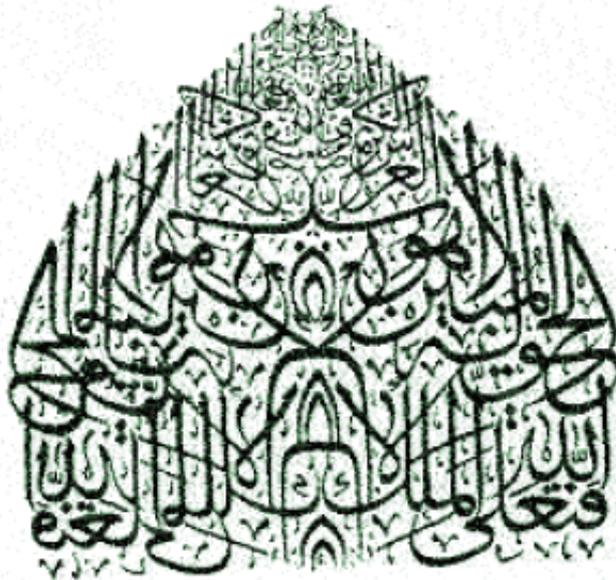
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ جام بنارسی  
اسابق نگران شعبہ مخطوطات، قومی عجائب گھر، کراچی)



شاعری بالذات اُن کا مقصد حیات نہ تھی بلکہ ایک ذریعہ مقاب  
اُس سوزِ دروں کے انعکاس کا جس کی آگ میں اُن کا وجودِ معنوی سُنگ  
رہا تھا، لہذا اُن کے قلم سے نکلے ہوئے اشعار، اُن کے لالہ دل پر  
پکتے ہوئے شبنمی قطرات تھے جس سے اُن کو ٹھنڈک ملتی تھی۔

(جام بنارسی، محاسنِ قصیدہ معراجیہ، مطبوعہ کراچی، ص ۱۰)





پروفیسر ڈاکٹر سلام سندیلوی

ایم۔ اے ؛ پی۔ ایچ۔ ڈی ؛ ڈی لٹ

(شعبہ اُردو ، گورکھپور یونیورسٹی ، گورکھپور)



آپ کی شخصیت و شاعری میں فاصلہ نہیں ہے بلکہ آپ کی  
شخصیت ، آپ کی شاعری ہے اور آپ کی شاعری آپ کی شخصیت ہے  
\_\_\_\_\_ شخصیت و شاعری میں اس قدر گہری ہم آہنگی اُردو کے چند  
ہی شعرا کے یہاں ملے گی۔

(المیزان ، بمبئی ، امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء ص ۱۰)





## پروفیسر طاہر تونسوی

اشعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور



حضرت رضا بریلوی کا نام نعت گوئی کے سلسلے کی اہم کڑی ہے۔ انھوں نے نعت کو وہ وسعت عطا کی کہ نعتیہ شاعری اور وہ لازم و ملزوم ہو گئے ہیں۔ انھوں نے سادہ مگر پُرکارانہ الفاظ میں اپنے خیالات کو ڈھالا ہے کہ وجدانِ عش عش کرنے لگتا ہے۔ کیفِ مستی کا ایسا منظر نامہ تخلیق کیا ہے کہ فکر و نظر کی وارداتیں اور سرستی کی کیفیات تڑپتی دکھائی دیتی ہیں۔ ندرتِ بیان کے لحاظ سے انھوں نے ایسی نعتیں لکھی ہیں کہ اظہار کی لذت اور فکر کی پاکیزگی نے رنگ و نہکت کا ایسا ایک آمیزہ تیار کیا ہے جس کا ذائقہ آنکھوں سے ہی چکھا جاسکتا ہے، وہ اپنی نعتوں کے حوالے سے ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

(اختر الحامدی، امام نعت گویاں، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۱۲۸)

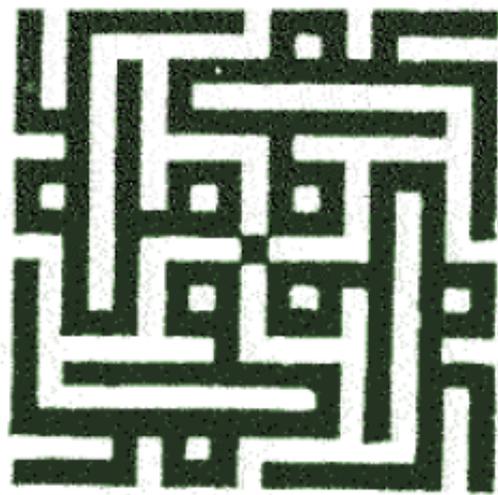


## پروفیسر ڈاکٹر محی الدین الوائی

(سابق پروفیسر جامعہ ازہر، قاہرہ، مصر)



پُرانا مقولہ ہے کہ ”فرد واحد میں دو چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں“  
تحقیقاتِ علمیہ اور نازک خیالی — لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اس  
تقلیدی نظریہ کے برعکس ثابت کر کے دکھا دیا — آپ عالم محقق ہونے  
کے ساتھ ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے۔ (ترجمہ)  
(صوت الشرق، قاہرہ، شمارہ فروری، ۱۹۷۰ء، ص ۱۷)





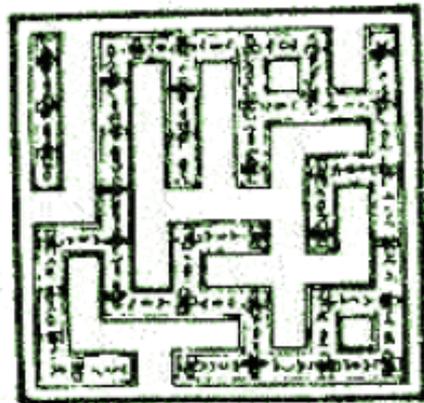
## پروفیسر سید امین اشرف

(شعبہ انگریزی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)



انھوں نے شیفتگی کو شوریدگی میں جس خوبی سے سمویا ہے اور اسے  
اتقلام کے قالب میں جس انداز سے ڈھالا ہے وہ ادب کا ایک جاندار حقد  
ہے۔ اُن کے قصیدے، وسعت خیال، نزاکت مضمون، زبان و  
بیان کی طرحداری اور محسوس شاعرانہ دل کشی کے اعتبار سے اپنا جواب  
نہیں رکھتے اور اُن کی غزلوں میں ایک ایسی کیفیت ملتی ہے جو دل کی  
طلب کو سرستیوں میں ڈبو کر نعرہ متانہ بنا دیتی ہے۔

(ماہنامہ قاری (امام احمد رضا نمبر) نئی دہلی، ۱۹۸۹ء، ص ۵۵۵)



اللہ محمد علی





## پروفیسر ڈاکٹر سرور اکبر آبادی

(کراچی - پاکستان)



آپ کے دل سے نکلنے والے ایک ایک لفظ اور ایک ایک شعر نے  
عاشقانِ سدا کا رد و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں دیوانگی و شیفتگی  
اور وارفتگی و ربودگی کی تڑپ کوٹ کوٹ کر بھر دی اور ایک ایسی شمع  
ایماں فروزاں کر دی جس کی روشنی میں آنے والی نسلوں کے شعرا بھی اپنی  
منزل مقصود تک باسانی پہنچنے میں کامیاب و کامران ہوتے رہیں گے  
اور حق تو یہ ہے ۔

ہرگز نمیرد آں کہ دش زنده شد بعشق

ثبت است بر جبریدۃ عالم دوام ما

(ہفت روزہ 'ہجوم'، نئی دہلی، امام احمد رضا نمبر، دسمبر ۱۹۸۸ء، ص ۵)



## مقبول جہاں گیر

(معروف و مقبول صحافی)



اعلیٰ حضرت کی شاعرانہ حیثیت بھی اتنی ہی وسیع اور عظیم ہے جتنی اُن کی دوسری حیثیتیں — یہ حقیقت ہے کہ اُن کا نعتیہ کلام بڑے سے بڑے شاعر کے کلام کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ اُن کے ہاں جذبہ دل کی بے ساختگی، خیال کی رعنائی، الفاظ کی شان و شوکت اور عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جھلکیاں قدم قدم پر موجود ہیں، اُن کی نعتوں میں کیف و اثر کی ایک دُنیا آباد ہے۔

(مقبول جہاں گیر: اعلیٰ حضرت بریلوی، مطبوعہ انگلستان، ص ۱۲)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## علامہ سید محمد مرغوب اختر الحامدی

(حیدرآباد سندھ - پاکستان)



○  
 آپ نے اس عروسِ سخن کو مجازی محبوب کی دہلیز سے اٹھایا ،  
 نعت کا پاکیزہ لباس پہنایا ، عشقِ حبیب کے مقدس زیور سے آراستہ کیا اور  
 حقیقی محبوب یعنی محبوبِ خدا کی چوکھٹ پر پہنچا کر زندہ جاوید بنا کر اُسے اُس  
 کے حقیقی مقام پر پہنچا دیا۔ یہاں اُن ناقدینِ سخن کا قول باطل ہو جاتا ہے  
 کہ نعت گو کا مقام غزل گو سے کم ہے۔

○  
 سوز و گداز، شدتِ احساس، خلوصِ جذبات کی ہم آہنگی نے آپ کے  
 کلام میں حسنِ تغزل پیدا کر دیا ہے۔ کلام کا یہ بانگین وہ پاکیزہ معیار ہے جو  
 آپ سے پہلے کسی نعت گو شاعر کے ہاں نہیں ملے گا، آپ وہ پہلے شاعر ہیں  
 جس نے اس حسنِ اہتمام کے ساتھ غزل کو نیا روپ دیا۔

(اختر الحامدی : امام نعت گویاں ، لاہور ، ۱۹۷۷ء ، ص ۵۰)



## ڈاکٹر عابد نظامی

(سابق مدیر ضیائے حرم ، لاہور ، پاکستان)



گزشتہ صدی سے برصغیر پاک و ہند کی کوئی ایسی روحانی محفل نہ ہوگی جس میں مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا کلام، فردوسِ گوش نہ بنا ہو۔ مولانا نے نعت گوئی میں ایک نئے مکتب کی بنیاد ڈالی جس کی چھاپ آج بیسیوں مشاہیر کے کلام میں نظر آتی ہے۔ مولانا حسن بریلوی، طائب بریلوی، شفیق جھنپوری، حمید صدیقی، بہزاد لکھنوی اور ضیاء القادری بدایونی وغیرہم نعت گو شعراء کو ہم رضا اسکول کے نمایندہ شعراء میں شمار کر سکتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ مولانا کے نعتیہ نغمات سے برصغیر کی نضا گونج اُٹھی ہے۔

(احقر العابدی، امام نعت گویاں، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۱۲۶)

وَمَا تَنْبَغِيكَ إِلَّا بِرَحْمَةِ اللَّهِ الرَّحِيمِ



## پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری

(شعبہ اُردو، کراچی یونیورسٹی، کراچی)



یہ تصغیر پاک و ہند کے علمائے دین میں بڑے بڑے صاحبِ علم و دانش اور علوم دینی و دنیوی کے فاضل گزرے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو ایک مقبر و متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ صنفِ اول کا شاعر بھی ہو یا جس نے نعت گوئی میں کوئی ممتاز مقام پیدا کیا ہو۔ اس اعتبار سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت بالکل منفرد اور یکتا نظر آتی ہے وہ تصغیر کے ایسے جید عالم ہیں جن کا حلقہ اثر دوسرے علماء کے مقابلے میں سب سے بڑا ہے اور ایک ایسے نعت گو شاعر ہیں جن کی نعتیں نہ صرف یہ کہ سب سے زیادہ مقبول ہیں بلکہ ان کی شاعری اس پایہ کی ہے کہ ان کا نام صرف اُردو کے ممتاز ترین شاعروں کے نام کے ساتھ لیا جانا چاہیے۔

(محمد مرید احمد: جہانِ رضا، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۲۰۴)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پروفیسر ڈاکٹر افتخار اعظمی

(شعبہ اُردو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)



اُن کا تعنیہ کلامِ اس پایہ کا ہے کہ اُنھیں طبقہ اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دی جانی چاہیے۔ اُنھیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے، اُن کے یہاں تصنع اور تکلف نہیں بلکہ بے ساختگی ہے۔

(افتخار اعظمی: ارمغانِ حرم، ص ۱۴)





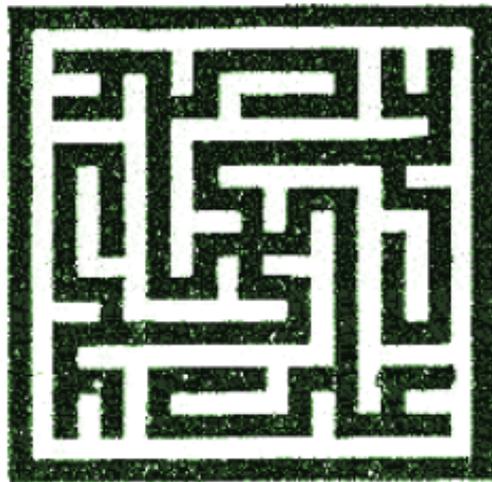
پروفیسر ڈاکٹر وحید اشرف

(شعبہ اُردو، ماہرودہ یونیورسٹی، بھارت)



اگر اُردو شاعری میں تمام شعراء کی نعت گوئی کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کیا جائے تو امام احمد رضا اس میدان میں درجہ امامت پر فائز نظر آئیں گے.... انھوں نے اُردو کی نعتیہ شاعری کو ایک مستقل فن بنا دیا۔

(انوار رضا، لاہور ۱۳۹۷ھ، ص ۵۵۱، ۵۵۷)



## پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر

(پاکستان کے مشہور و معروف محقق اور ماہر تعلیم، کوئٹہ، بلوچستان)



حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مجموعہ نعت  
 ”حداائق بخشش“ اسم باسٹی ہے۔۔۔۔۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں  
 کہ عشق و یقین کی دولت نے حضرت بریلوی کو دنیا کی ہر مادی قوت سے  
 بے نیاز کر دیا۔ انھیں قادر مطلق کی غیبی تائید و کار سازی اور رسول مقبول  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی چارہ گرمی پر اتنا پختہ بھروسہ تھا کہ وہ کسی اور  
 جانب دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے۔ ان کے اس عشق و یقین  
 کی واردات کا ثبوت ان کے نعتیہ دیوان ”حداائق بخشش“ کے ہر صفحہ سے  
 عیاں ہے۔

ان کے ہاں غزل کے پیرائے میں لمبی لمبی نعتیں موجود ہیں اور بعض  
 نعتوں میں بڑی مشکل زمینوں اور ردیفوں کو برتا گیا ہے۔

عاشقانہ جذبات کو پیش کرنے میں جس شگفتہ، پاکیزہ اور ارفع حسن

کو شروع سے آخر تک حضرت رضا بریلوی کے مجموعہ نعت ”حداائق بخشش“





میں اپنا یا گیا ہے وہ انہیں اُردو کے دوسرے نعت گو شعراء سے منفرد  
اور لاثانی بنا دیتا ہے اور یوں حضرت بریلوی اُردو کی نعتیہ شاعری میں  
امامت کے درجے پر فائز ہونے کا استحقاق حاصل کر لیتے ہیں۔

محمد انعام الحق کوثر

سیرت اکادمی، بلوچستان

۱۶ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ / ۲۹ مئی ۱۹۹۴ء



سید رفیق حیات آبادی

الحسنیہ

تذکرہ



## پروفیسر وسیم بریلوی

(صدر شعبہ اُردو، بریلی پوسٹ گریجویٹ کالج، بریلی، بھارت)



ایک بڑا تخلیقی ذہن اپنے عہد کے تنقیدی معیاروں کو بے حقیقت بنانے کا فن جانتا ہے۔ غیر شعوری طور پر ہی وہ کچھ ایسا کر جاتا ہے کہ تنقید اس کے فن سے آنکھ ملانے کی ہمت نہیں کر پاتی۔ اُردو شاعری کے ناقدین نے میر سے لے کر فراق تک سبھی کے قدناپے مگر اُردو نغزل کے بہترین پارکھ نے بھی یہ ہمت نہیں کی کہ مولانا احمد رضا خاں کی نعت کے منفرد رکھ رکھاؤ سے بحث کر سکتا۔ اُردو کے بڑے شاعروں کا سارا بڑا پن شاعرانہ سحر کاریوں کے گرد گھومتا ہے۔ ان سب کا جلوہ ایک جگہ اور پورے فکری و فنی التزام کے ساتھ اگر دیکھنا ہو تو فاضل بریلوی کی "حدائق بخشش" دیکھیں۔ یہاں میر کی درد مندی بھی ہے، غالب کا تفکر بھی۔ مومن کی شائستہ نظری بھی ہے، سودا کی خلاق ذہنی بھی، درد کی عارفانہ سادگی بھی ہے، ذوق کی زبان دانی بھی، اقبال کی فلسفیانہ گہرائی بھی ہے، حالی کی عاجزی و انکاری بھی، جگر کی والہانہ ربودگی بھی ہے، قافی کی فلسفیانہ نظری بھی، حسرت کی



واقعیت بھی ہے اور اصغر کی معرفت پسندی بھی۔

کہنا یہ ہے کہ اردو شاعری کی دو سو سالہ تاریخ میں جو طرزِ فکر کا اعتبار زونا ہوا ہے اس کی اعلیٰ ترین عکاسی کا بہترین نمونہ حضرت فاضل بریلوی کی نعت نگاری ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ ایک رنگ کی تلاش میں ہزار رنگوں سے ہو کر نہیں گزرے۔ قدرت کا اُن پر احسان تھا کہ اُن کی بنگہ حقیقت شناس اُٹھی تو محبوبِ حق پر، رُکی تو محبوبِ حق پر۔ ایک ہی رنگ میں آنکھ ایسی رنگی کہ جملہ مظاہر کائنات حسن نگاہ ہو کر رہ گئے۔ عشقِ رسول میں غرق ہو کر اٹھیں شاید خود نہ اندازہ ہو کہ وہ اردو کی اعلیٰ ترین شاعری کے کن کن مقامات کو چھو گئے۔ وہ تو عشقِ سرورِ دو عالم میں غلطاں رہے، اٹھیں کیا پتہ کہ اُن کے عشق میں وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ان کا کہا ہوا نہیں لگتا۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی کہلوا رہا ہے اور وہ کہہ رہے ہیں۔ یہ بات اردو کے کسی شاعر کے یہاں ہے ہی نہیں اس لیے ان کی شاعرانہ انفرادیت کو کسی بھی بڑے سے بڑے ناقدِ شعر کے لیے تسلیم کرنا سرمایہٴ سعادت سمجھنا نہیں۔

(محررہ ۳۰ اپریل ۱۹۹۴ء، بشکریہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیز، بریلی)



## ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

(ریسرچ اسکالر روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، بھارت)

بے شمار مقامات ان کی نعتوں میں ایسے ملیں گے کہ اعلیٰ ترین شاعری کے دعوے دار بھی جس لفظ کا تصور نہیں کر سکتے، وہ ان کے فن کو نئی جہتوں سے آشنا کرنا نظر آتا ہے اس لیے وثوق سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری فکر و فن کے مسلمہ پیمانوں سے ناپی جانے والی شے نہیں۔ یہ محض عطیہ الہی معلوم ہوتی ہے۔

امام احمد رضا کی شاعری کو ناقدین نے علمی، ادبی، فنی، مذہبی اور خلوص جذبہ و احساس ہر پہلو سے جانچا اور پرکھا ہے اور ہر ایک کے قلم تنقید نے گنگ زبانی کا اعتراف کیا ہے۔ امام کی شاعری نے تنقید کو بے حقیقت بنا دیا ہے۔ اب بھی ان کی شاعری کے کتنے گوشے، پہلو اور زاویے ایسے ہیں جو تشنہ ہیں۔



امام احمد رضا خاں کا دیوان ”حدائق بخشش“ اُن کے ۶۵ علوم و فنون کے گہائے رنگارنگ کا عطر یا اُن علوم و فنون کے گلزاروں کی بہاروں کا جلوہ اور ان کے مہلولوں کا ایک گلدستہ ہے۔ اس عطر بیزی، بہار آرائی اور جلوہ سالی سے ساتھ ساتھ یہ اُن کی عملی محبت و عقیدت اور تمام ترجموں سامانی محبت کا آئینہ ہے۔

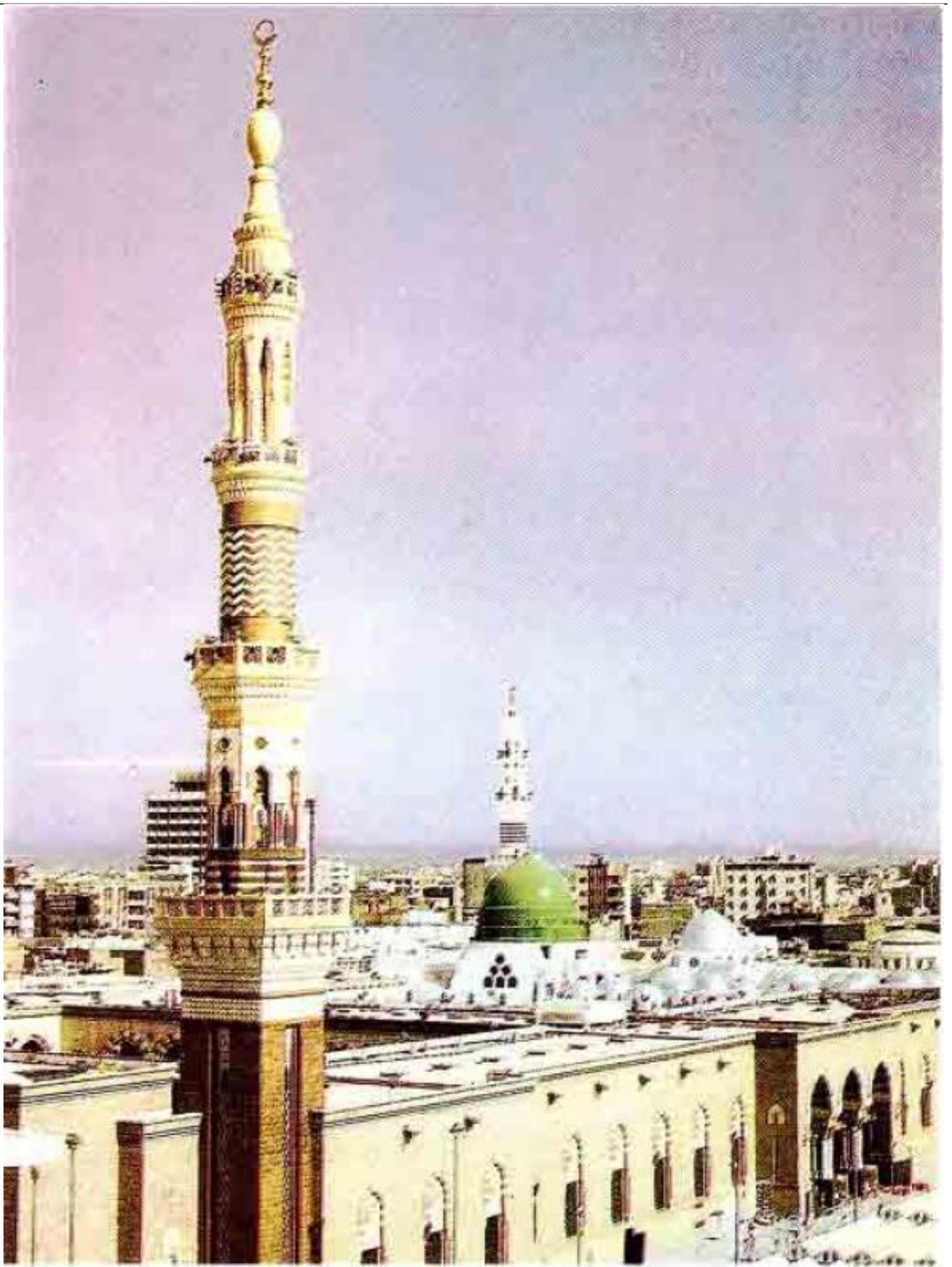
”حدائق بخشش“ بلاشبہ بخشش کے باغات کا ایک جہان اور جان و ایمان کی سرسبزی و شادابی کا سامان ہے۔

(بشکریہ ڈاکٹر عبدالنعیم سبزی، بریلی مورثہ اپریل ۱۹۹۴ء)









مسجد نبوی شریف (قدیم)، مدینہ منورہ

# سستی و سرشاری

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ  
أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ  
وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝

(بخاری شریف، لاہور، ج ۱، ص ۱۱۲)

تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں  
ہو سکتا جب تک کہ میں اُس کی نظر میں اُس کے باپ  
بیٹوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب  
نہ ہو جاؤں۔



سرستی و سرشاری

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ  
أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ  
وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝

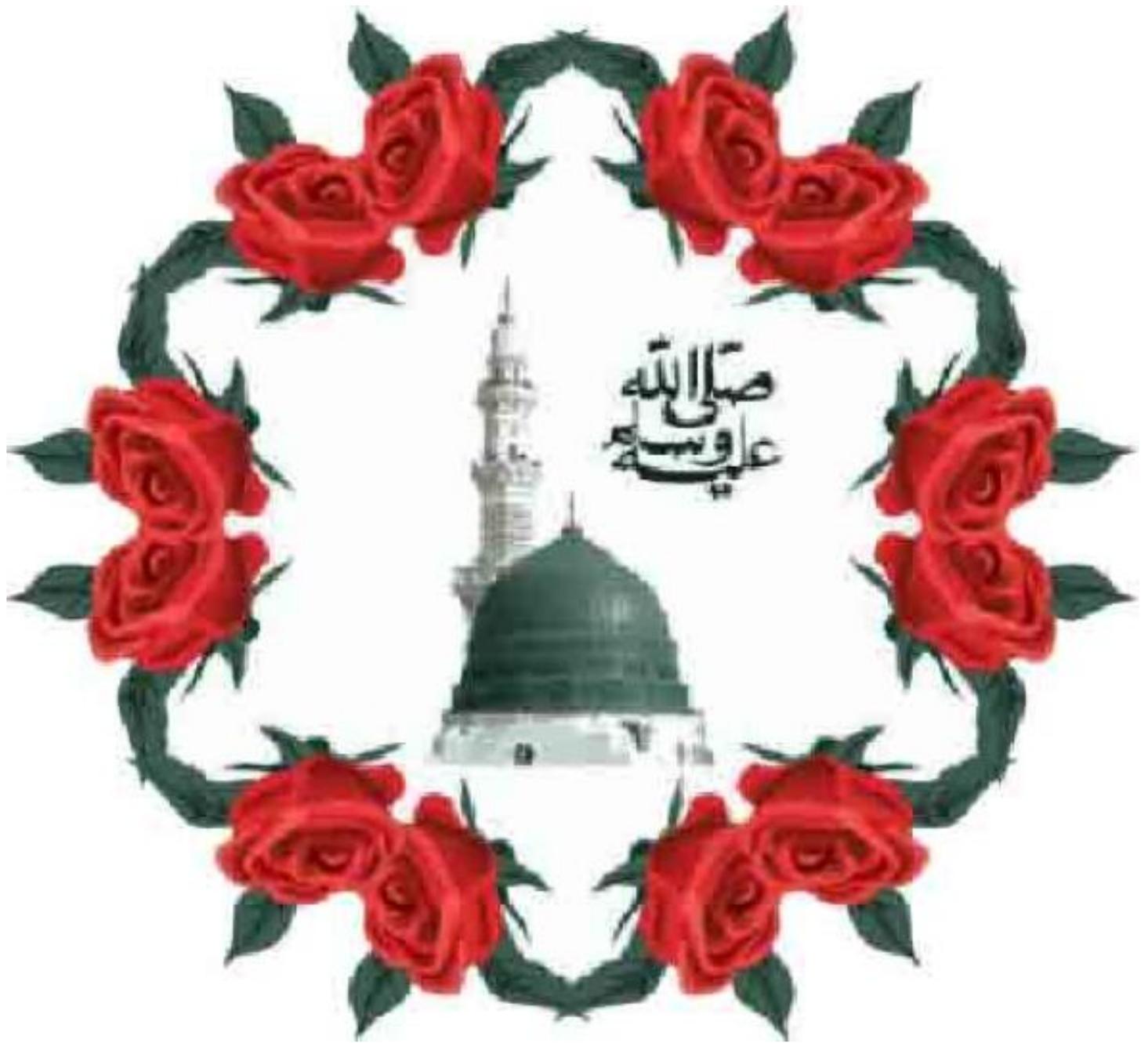
(بخاری شریف، الموطأ، ج ۱، ص ۱۱۲)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک امن نہیں  
ہو سکتا جب تک کہ میں اس کی نظر میں اس کے باپ  
بیسٹوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب  
نہ ہو جاؤں۔



افلا يحاسبون  
وما ينفعهم  
شركهم







## جاں نثاری و فداکاری

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

(سورۃ توبہ : ۲۴)

آپ کہہ دیجئے۔۔۔ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال، وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان تم کو اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیار سے ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم نافذ فرمائے، بے شک اللہ سرکشوں کو راہِ محبت نہیں دکھاتا۔۔۔

## حضرت حنان بن ثابت رضی اللہ عنہم دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں



عَنْ عَائِشَةَ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا) قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانِ بْنِ ثَابِتٍ مِثْرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا يَفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَتْ يِنْفِخُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا يِنْفِخُ أَوْ يَفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ○

(شرح شامل ترمذی شریف، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۳۲۸، ابوداؤد شریف ج ۲، ص ۳۳۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد (نبوی شریف) میں حنان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) کے لیے منبر رکھا کرتے تھے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فخریہ اشعار پڑھیں، یا فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کے الزامات کا جواب دیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنان (رضی اللہ عنہ) کے لیے فرماتے، اللہ تعالیٰ رُوح القدس (حضرت جبرئیل علیہ السلام) سے حنان (رضی اللہ عنہ) کی مدد فرمائے جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کے الزامات کا جواب دیتے رہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فخریہ اشعار پڑھتے رہیں۔



## حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں



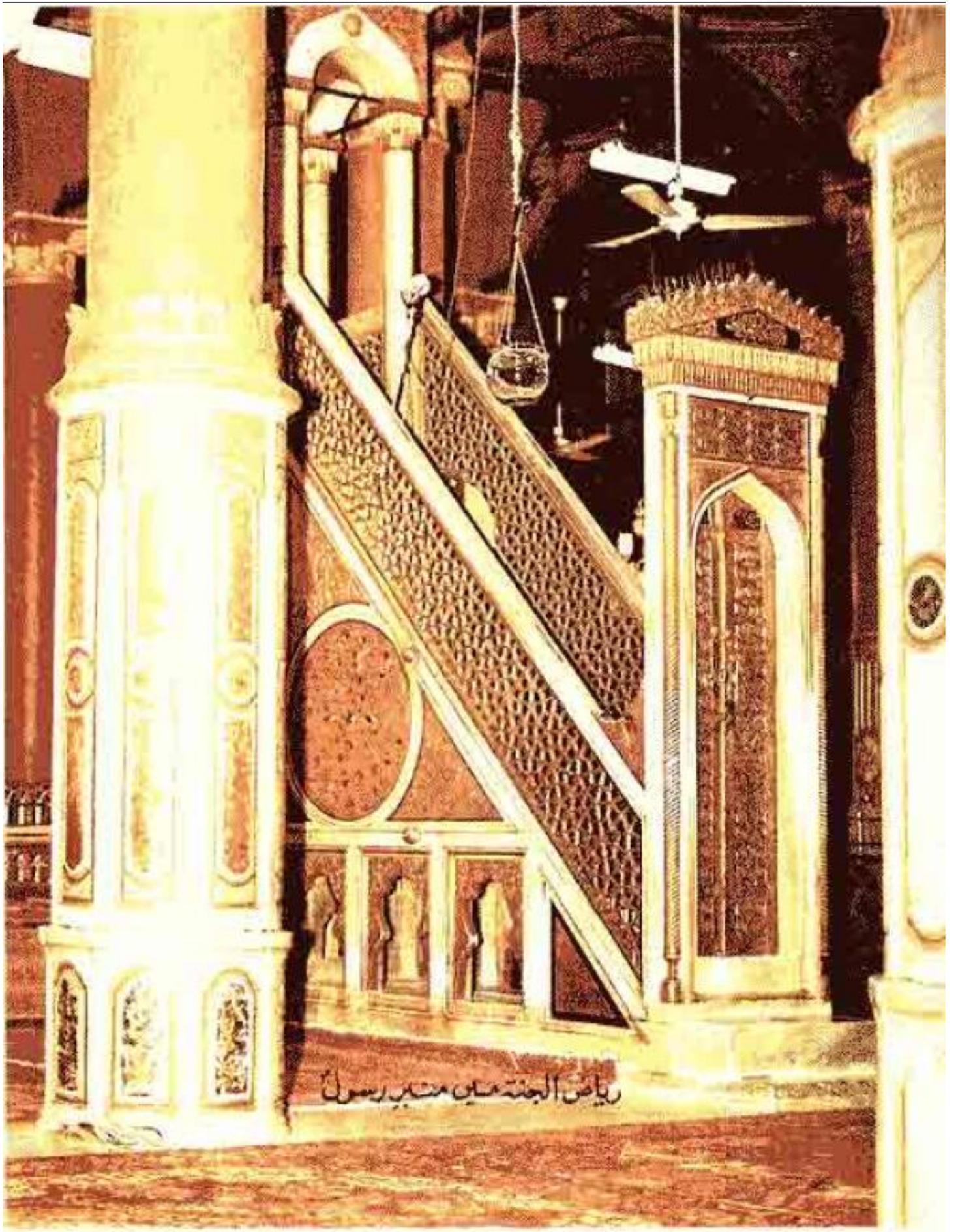
عَنْ عَائِشَةَ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا) قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانِ بْنِ ثَابِتٍ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا يَفْخِرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَتْ يَنْفَخُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدْسِ مَا يَنْفَخُ أَوْ يَفْخِرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۝

(شرح شامل ترمذی شریف، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۳۲۸، ابوداؤد شریف ج ۲، ص ۳۳۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد (نبوی شریف) میں حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) کے لیے منبر رکھا کرتے تھے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فخریہ اشعار پڑھیں، یا فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کے الزامات کا جواب دیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسان (رضی اللہ عنہ) کے لیے فرماتے، اللہ تعالیٰ رُوح القدس (حضرت جبرئیل علیہ السلام) سے حسان (رضی اللہ عنہ) کی مدد فرمائے جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کے الزامات کا جواب دیتے رہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فخریہ اشعار پڑھتے رہیں۔







رياض الجنة من مشير رسول

منبر شريف ، مسجد نبوي شريف ، مدينه منوره



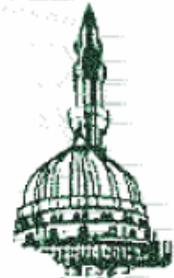
انتخاب



تعمیر غزلیات

حسان العصر حضرت رضا بریلوی

حَسْبُكَ يَا رَبِّي تَعَالَى



الْحَمْدُ لِلْمُتَّوَجِدِ

بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ

وَصَلَوْتُهُ دَوْمًا عَلَى

خَيْرِ الْأَنَامِ مُحَمَّدٍ

حضرت رضا بریلوی

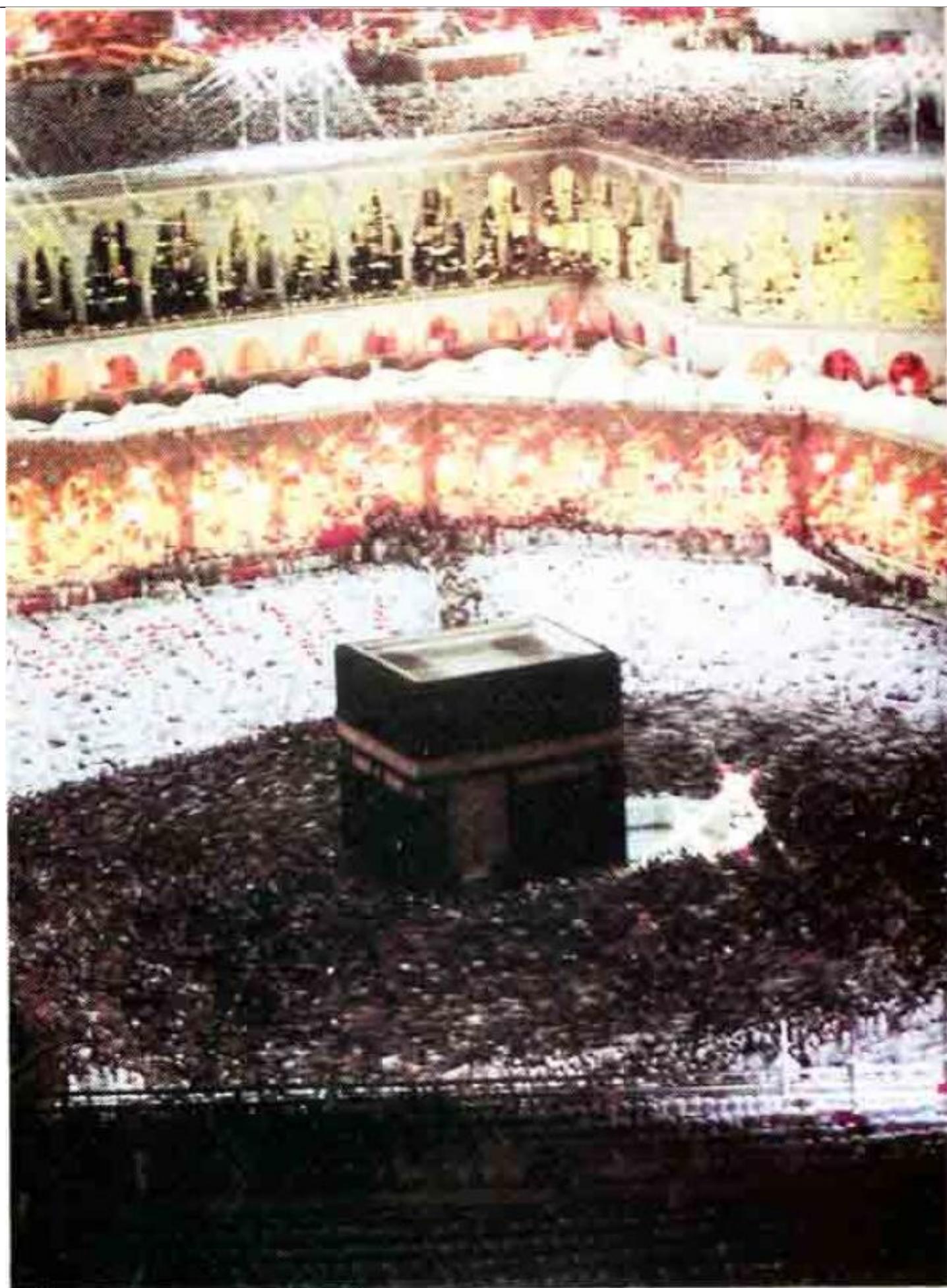
اُس خُدا کے یکتا کی حمد و ثنا

جو اپنے جلال میں یکتا و یگانہ ہے

تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ انسان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

پر خُدا کی رحمت ہمیشہ ہمیش نازل ہوتی رہے !





بيت الله (جديد)، مکه مکرمه



مولجہ شریف ، مسجد نبوی شریف ، مدینہ منورہ



واہ کیا جُود و کرم ہے شہ بطحا تیرا !  
 ”نہیں“ سُننا ہی نہیں ، مانگنے والا تیرا

دھائے چلتے ہیں عطا کے ، وہ ہے قطرا تیرا  
 تارے کھلتے ہیں سخا کے ، وہ ہے ذرا تیرا

فرش والے تری شوکت کا عُلو کیا جائیں !  
 خسروا ! عرش پہ اُڑتا ہے ، پھیرا تیرا

آسماں خوان ، زمیں خوان ، زمانہ ہمان  
 ”صاحب خانہ“ لقب کس کا ہے ؟ تیرا تیرا !

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہوما ملک کے حبیب  
 یعنی محبوب و محبت میں نہیں ، میرا تیرا

آنکھیں ٹھنڈی ہوں، جگر تازے ہوں، جانیں سیراب  
سچے سورج! وہ دل آرا ہے اُحبالا تیرا

تیرے ٹکڑوں سے پلے، غیر کی مٹھو کر پہ نہ ڈال  
بھڑکیاں کھائیں کہاں؟ چھوڑ کے صدقا تیرا

تُو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں  
کہ خُدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

کس کا منہ تیکھے؟ کہاں جائیے؟ کس سے کہیے؟  
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

تیرے صدقے، مجھے اک بوند بہت ہے تیری  
جس دن اچھوں کو طے، جام چھلکتا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اُس کو شفع  
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا





غم ہو گئے بے شمار آقا  
بندہ، تیرے نثار آقا

بگڑا جاتا ہے کھیل میرا  
آقا آقا، سنوار آقا

ٹوٹی جاتی ہے پلیٹھ میری  
اللہ یہ بوجھ، اُتار آقا

مجبور ہیں ہم، تو فکر کیا ہے  
تم کو تو ہے، اختیار آقا

میں دُور ہوں تم تو ہو مرے پاس  
سن لو، میری پکار آقا

مجھ سا کوئی، غم زدہ نہ ہوگا  
تم سا نہیں، غم گسار آقا

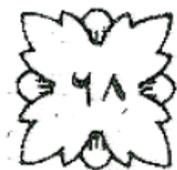
گرداب میں، پڑ گئی ہے کشتی  
ڈوبا ڈوبا، اُتار آقا

پھر مُنہ نہ پڑے، کبھی خزاں کا  
دے دے ایسی، بہار آقا

جس کی مرضی، خدا نہ ٹالے  
میرا ہے وہ، نامدار آقا

سویا کیے، نابکار بندے  
رویہ کیے، زار زار آقا

اتنی رحمت، رضا پہ کر لو  
لَا يَقْرُبُهُ الْبَوَازُ آقا





محمدؐ مظہرِ کامل ہے، حق کی شانِ عزت کا  
نظر آتا ہے اس کثرت میں، کچھ اندازِ وحدت کا

گناہِ مغفور، دلِ روشن، خنک آنکھیں، جگر ٹھنڈا  
تعالیٰ اللہ، ماہِ طیبہ، عالم تیری طلعت کا!

نہ رکھی گل کے جوشِ حسن نے، گلشن میں جا باقی  
چمکتا پھر کہاں، غنچہ کوئی، باغِ رسالت کا؟

صفِ ماتم اٹھے، خالی ہو زنداں، ٹوٹیں زنجیریں  
گنہگارو! چلو، مولانے در کھولا ہے جنت کا

سکھایا ہے یہ کس گستاخ نے آئینہ کو یارب؟  
نظارہ روئے جاناں کا، بہانہ کر کے حیرت کا

مدد اے جوششِ گریہ! بہا دے کوہ اور صحرا  
نظر آجائے جلوہ، بے حجاب اس پاک تربت کا

یہاں چھڑکا نمک، واں مریمِ کافر ہاتھ آیا  
دلِ زخمی، نمک پروردہ ہے، کس کی ملاحت کا؟

الہی منتظر ہوں، وہ خرامِ ناز فرمائیں  
پچھا رکھا ہے، فرس آنکھوں نے، کنجوابِ بصارت کا

زبانِ خار کس کس درد سے اُن کو سناتی ہے!  
تڑپنا دشتِ طیبہ میں، جگر افکارِ فرقت کا

جنھیں مرقد میں تاشتر "اُمّتی" کہہ کر پکارو گے  
بہیں بھی یاد کر لو اُن میں، صدقہ اپنی رحمت کا

رضائے خستہ جوشِ بحرِ عصیاں سے نہ گھبرانا!  
کبھی تو ہاتھ آجائے گا، دامن اُن کی رحمت کا





مہر ہے مشعلہ افروزِ شبتاں کس کا ؟  
ماہ ہے پرتوۂ شمسۂ ایواں کس کا ؟

سنبلِ آشفۃ ہے، کس گل کے غم گیسو میں ؟  
دیدۂ زگسِ بیمار ہے، حیراں کس کا ؟

آنکھِ خورشیدِ قیامت کی جھپکنے جو لگی  
پرتو فگن ہوا یہ چہرۂ تاباں کس کا ؟

آئینہ دار ہے، آئینہ مری حیرت کا  
جلوہ گر دل میں ہے، عکسِ رُخِ تاباں کس کا ؟

ہمدنِ چشم کی صورت ہے، بدن سے پیدا  
منظر ہے، یہ الہی ! دل حیراں کس کا ؟

گلے سے باہر آسکتا نہیں شور و فغاں دل کا  
ابھی چاک ہو جائے گرمیاں اُن کے بسمل کا!

حجاب نور تک پہنچا کے، آنکھیں ہو گئیں خیرہ  
فغاں کرتا ہوا لوٹ آیا، قاصدِ نالہ دل کا

کسے کہتے ہیں خور، یہ تابشیں، یہ گرمیاں کیسی؟  
جھلکتا ہے شدارہ آسماں پر، سوزشِ دل کا

کسی وحشی کی خاک اڑ کر حرم میں آگئی شاید  
بگولوں سے ہے اٹھتا، شورِ مستانہ، سلاسل کا

رضائے خستہ کیا کہنا عجب جادو بیانی ہے  
نمک ہر نعمت شیریں میں ہے شورِ عنا دل کا





لطف اُن کا، عام ہو ہی جائے گا  
شاد، ہر تا کام، ہو ہی جائے گا

جان دے دو، وعدہ دیدار پر  
نقد اپنا دام، ہو ہی جائے گا

بے نشانوں کا نشان مٹتا نہیں  
مٹتے مٹتے، نام، ہو ہی جائے گا

سائلو! دامن سخی کا تھام لو!  
کچھ نہ کچھ، انعام ہو ہی جائے گا

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے  
دل کو بھی، آرام، ہو ہی جائے گا



وَاللَّيْلِ

لَمْ يَأْتِ نَظِيرَكَ فِي نَظَرٍ ، مَثَلِ تُوْنَه سُوْشِد پید ا جانا  
جگ راج کو تاج ، توے سر سو ہے ، تجھ کو شبہ دوسرا جانا

وَاللَّيْلِ

الْبَحْرِ عَلَا وَالْمَوْجُ طَغَى ، مَنْ بَعَسَ وَطُوفَاں ہوش رُبا  
منجھ ہار میں ہوں ، بگڑی ہے ہوا ، موری نیا پار لگا جانا

وَاللَّيْلِ

يَا شَمْسُ نَظَرْتِ إِلَى لَيْلِي ، چو بطیبہ رسی عَضْر بکنی  
توری جوت کی جھلجھل ، جگ میں رچی ، مری شب نے نہ دن ہونا جاہ



وَاللَّهُ  
أَعْلَمُ

لَكَ بَدْرِي فِي الْوَجْهِ الْأَجْمَلِ ، نَظَّ بِهَالِهِ مَهْمٌ ، زُفَّ اِبْرَاهِيلَ  
تو سے چندن چندر پر و کنڈل ، رحمت کی بھرن برسا جانا

وَاللَّهُ  
أَعْلَمُ

أَنَا فِي عَطَشٍ وَسَخَاكَ أْتَمَّ ، اے گیسو سے پاک اے ابریکرم  
برسن ہاے رم جھم رم جھم ، دو بوند ادھس رہی گرا جانا

وَاللَّهُ  
أَعْلَمُ

يَا قَافِلَتِي زَيْدِي أَجَلُكَ ، رَحْمَةٌ بِرَحْمَتِ تَشْنُ لَبِكِ  
مورا جیرا رچے درک درک ، طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

وَاللَّهُ  
أَعْلَمُ

وَأَهْلُ السُّوَيْعَاتِ ذَهَبَتْ ، آں عہد حضور بارگہت  
جب یاد آوت موہے کرنہ پرت ، دردا وہ مدینہ کا جانا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْقَلْبُ شَجٌّ وَالْهَمُّ شَجْوُنُ، دل زارچنناں، جاں زیرچنوں  
پت اپنی بیت میں کاسے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الرُّوحُ فِدَاكَ فَزِدْ حَذَقًا، یک شعلہ دگر برزن عشقا  
مورتن من دهن سب پھونک دیا، یہ جان بھی پیار سے جلا جانا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بس خامہ خام نوائے رضا، نہ یہ طرز مری، نہ یہ رنگ مرا  
ارشاد احبابا ناطق تھا، ناچار اس راہ پڑا جانا





نہ آسمان کو، یوں سرکشیدہ ہونا تھا  
حضورِ خاکِ مدینہ، خمیدہ ہونا تھا

اگر گلوں کو، خزاں نارسیدہ ہونا تھا  
کنارِ خارِ مدینہ، دمیدہ ہونا تھا

حضور ان کے، خلافِ ادب تھی، بے تابی  
مری اُمید! تجھے آرمیدہ ہونا تھا

نظارہ خاکِ مدینہ کا اور تیری آنکھ  
نہ اس قدر بھی مہر، شوخ دیدہ ہونا تھا

کنارِ خاکِ مدینہ میں، راحتیں ملتیں  
دلِ حزیں، تجھے اشکِ چکیدہ ہونا تھا



ہلال کیسے نہ بنتا، کہ ماہِ کابل کو  
سلام ابروئے شہ میں، خمیدہ ہونا تھا

بجا تھا عرش پہ، خاکِ مزارِ پاک کو ناز  
کہ تجھ سا عرش نشیں، آفریدہ ہونا تھا

مرے کریم، گناہ زہر ہے، مگر آخر  
کوئی تو شہدِ شفاعتِ پشیدہ ہونا تھا!

جو سنگِ در پہ جبیں سالیوں میں تھا مٹنا  
تو میری جان، شرارِ جہیدہ ہونا تھا

ترمی قبا کے نہ کیوں نیچے نیچے دامن ہوں  
کہ خاکساروں سے یاں کب کشیدہ ہونا تھا!

رضا جو دل کو بنانا تھا جلوگاہِ حبیب  
تو پیائے قیدِ خودی سے رہیدہ ہونا تھا







شور مہِ نو سُن کر ، تجھ تک میں دواں آیا  
ساتی میں ترے صدقے! مے دے، رَمَضاں آیا

اُس گل کے سوا ہر پھول باگوشِ گراں آیا  
دیکھے ہی گی اے بُلبل جب وقتِ فناں آیا!

جب باہمِ تجبلی پر وہ نسیہِ جاں آیا  
سر تھا جو گرا جھک کر، دل تھا جو تپاں آیا

جنت کو حرم سمجھا ، آتے تو یہاں آیا  
اب تک کے ہر اک کا مُنہ ، کہتا ہوں، "کہاں آیا؟"

طیبہ کے سوا سب باغ ، پامالِ فنا ہوں گے  
دیکھو گے چسپنِ والو ، جب عہدِ خزاں آیا

سراور وہ سنگِ در ، آنکھ اور وہ بزمِ نور  
ظالم کو وطن کا، دھیان آیا تو کہاں آیا ؟

کچھ نعت کے طبقے کا ، عالم ہی نرالا ہے  
سکتے ہیں پڑھی ہے عقل ، چکر میں گماں آیا

جلتی تھی زمیں کیسی ، تھی دھوپ کڑی کیسی  
لو وہ قد بے سایہ ، اب سایہ کناں آیا

طیبہ سے ہم آتے ہیں ، کہیے تو جاناں والو !  
کیا دیکھ کے جیتا ہے ؟ جو واں سے یہاں آیا

لے طوقِ الم سے اب آزاد ہو لے قمری  
پچھی لیے بخشش کی وہ سروِ رواں آیا

نامہ سے رضا کے اب مٹ جاؤ بڑے کامو !  
دیکھو مرے پلہ پر وہ اچھے میاں آیا





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
م

خراب حال کیا ، دل کو پُر ملاں کیا  
تمہارے کوچہ سے رُخصت نے ، کیا نہال کیا!

نہ رُوئے گل ابھی دیکھا ، نہ بوئے گل سُونگھی  
قضا نے لاکے قفس میں ، شکستہ بال کیا!

چمن سے پھینک دیا ، آشیائے مُبئل  
اُجاڑا خانہ بے کس ، بڑا کمال کیا!

ترا ، ستم زدہ آنکھوں نے کیا بگاڑا تھا ؟  
یہ کیا سمائی کہ دُور اُن سے وہ جمال کیا ؟

حضور اُن کے خیالِ وطن مٹانا تھا  
ہم آپ مٹ گئے ، اچھا فراغ بال کیا!





نہ گھر کا رکھا، نہ اُس در کا، ہائے ناکامی!  
ہماری بے بسی پر بھی نہ کچھ خیال کیا؟

میرینہ پھوڑ کے ویرانہ ہمسد کا چھایا  
یہ کیسا، ہائے حواسوں نے، اختلال کیا؟

تو جس کے واسطے چھوڑ آیا طیبہ سا محبوب  
بتا تو اُس ستم آرانے، کیا نہال کیا؟

ابھی ابھی تو چسپن میں تھے چہچہے، ناگاہ  
یہ درد کیسا اٹھا، جس نے جی نڈھال کیا!

الہی سُن لے رضا، جیتے جی، کہ ”مولیٰ نے  
سگانِ کوچہ میں چہرہ مرا بحال کیا“

---

۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں پہلی بار زیارتِ روضۂ جدیبِ کریم صلی اللہ علیہ

وسلم سے واپسی کے بعد یہ الوداعیہ پیش کیا گیا۔



بندہ ملنے کو، تریبِ حضرتِ قادر گیا  
لمعہ باطن میں گمنے، جلوۂ ظاہر گیا

تیری مرضی پا گیا، سورج پھرا اُلٹے قدم  
تیری اُنکلی اُٹھ گئی، مہ کا کلبجا چر گیا

بڑھ چلی تیری ضیا، اندھیرا عالم سے گھٹا  
کھل گیا گیسو ترا، رحمت کا بادل گھر گیا

بندھ گئی تیری ہوا، ساوہ میں خاک اُڑنے لگی  
بڑھ چلی تیری ضیا، آتش پہ پانی پھر گیا

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ بھرے کو جھکا  
تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھر تھرا کر گر گیا





مومن اُن کا کیا ہوا ، اللہ اُس کا ہو گیا  
کافر اُن سے کیا پھرا ، اللہ ہی سے پھر گیا

وہ کہ اُس در کا ہوا ، خلقِ خدا اُس کی ہوئی  
وہ کہ اُس در سے پھرا ، اللہ اُس سے پھر گیا

رحمۃً للعلمیں ! آفت میں ہوں ، کیسی کروں  
میرے مولیٰ ! میں تو اس دل سے ، بلا میں گھر گیا

میں ترے ہاتھوں کے صدقے ، کیسی کنکریاں تھیں وہ !  
جن سے اتنے کافروں کا ، دفعتاً منہ پھر گیا !

کیوں جنابِ بُوہریرہ ، تھا وہ کیسا جامِ شیر ؟  
جس سے ستر صاحبوں کا ، دودھ سے منہ پھر گیا

ٹھوکریں کھاتے پھر وگے ، اُن کے در پر پڑ رہو  
قافلہ تو اے رضا ، اول گیا ، آخر گیا



نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا  
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا!  
میرے مولیٰ، مرے آقا، ترے قربان گیا!

آہ وہ آنکھ کہ ناکام تمنا ہی رہی!  
ہائے وہ دل، جو ترے در سے پُر ارمان گیا!

دل وہ ہے دل، جو تری یاد سے معمور رہا  
سر ہے وہ سر، جو ترے قدموں پہ قربان گیا

جان و دل ہوش و خرد، سب تو مدینے پہنچے  
تم نہیں چلتے رضا؛ سارا تو سامان گیا!





جبکہ پیدا شدہ انس و جاں ہو گیا  
دُور کعبہ سے لوٹ بُتیاں ہو گیا

دل مکانِ شہ عرشیاں ہو گیا  
لامکاں ، لامکاں ، لامکاں ہو گیا

سرفدائے رہِ جانِ جاں ہو گیا  
امتحان ، امتحان ، امتحان ہو گیا

اُن کے جلووں کا جس دم بیاں ہو گیا  
گلستاں ، مجمعِ نُبُلستاں ہو گیا

ہر ستارہ شبِ مولدِ مصطفیٰ!  
شمعداں ، شمعداں ، شمعداں ہو گیا

چرخ گردوں ترے روضۂ پاک کا  
ساتباں ، ساتباں ، ساتباں ہو گیا

جس کو اُس کے مکاں کا پتا مل گیا  
بے نشاں ، بے نشاں ، بے نشاں ہو گیا

تھا بُراقِ نبی یا کہ نورِ منظر  
یہ گیا ، وہ گیا ، وہ نہاں ہو گیا

گزرے جس کوچہ سے شاہِ گردوں جناب  
آسماں ، آسماں ، آسماں ہو گیا

کس کے رُوئے منور کی یاد آگئی ؟  
دل تپاں ، دل تپاں ، دل تپاں ہو گیا

طوطی اصفہاں سن کلامِ رضا  
بے زباں ، بے زباں ، بے زباں ہو گیا





وہی رب ہے جس نے تجھ کو ، ہمہ تن کرم بنایا  
ہمیں بھیک مانگنے کو ، ترا آستیاں بتایا  
تجھے حمد ہے خدایا

تمہیں حاکم برایا ، تمہیں قاسم عطا یا  
تمہیں دافع بلایا ، تمہیں شافعِ خطایا  
کوئی تم سا کون آیا؟

یہی بولے سدہ دلے ، چمن جھانکے تھالے  
سجھی نہیں نے چھان ڈالے ، ترے پایہ کا نہ پایا  
تجھے یکے نے یک بنایا

اے اے خدا کے بندو ! کوئی میرے دل کو ڈھونڈو  
مرے پاس تھا ابھی تو ، ابھی کیا ہوا خدایا ؛ نہ کوئی گیا نہ آیا !

ہمیں رضا ترے دل کا ، پتا چلا مشکل

درِ روضہ کے مقابل ، وہ ہمیں نظر تو آیا یہ نہ پوچھ کیسا پایا !

کبھی نخذہ زیرِ لب ہے، کبھی گریہ ساری شد ہے  
کبھی غم، کبھی طرب ہے نہ سبب سمجھ میں آیا! نہ اسی نے کچھ بتایا

کبھی خاک پر پڑا ہے، سرِ چرخ زیرِ پا ہے  
کبھی پیش در کھڑا ہے، سرِ بندگی جُھکا یا تو قدم میں عرش پایا

کبھی وہ تپک کہ آتش، کبھی وہ ٹپک کہ بارش  
کبھی وہ ہجوم آہ و نالہ، کوئی جانے ابر چھایا بڑی جوششوں سے آیا

کبھی وہ چہک کہ بلبُل، کبھی وہ مہک کہ خود گل  
کبھی وہ لہک کہ بالکل، چمنِ جناں کھلایا گلِ تقدس لہلہایا

کبھی زندگی کے ارماں، کبھی مرگ تو کا خواہاں  
وہ جیا کہ مرگ قرباں، وہ موا کہ زلیست لایا کہے رُوح ہاں جلایا!

یہ تصوراتِ باطل ترے آگے کیا ہیں مشکل  
تری قدرتیں ہیں کامل، اٹھیں راست کر خدایا میں اٹھیں شفیع لایا





تاپِ مرآتِ سحر، گردِ بیابانِ عرب  
غازہٴ روئے قمر، دُودِ چراغانِ عرب

اللہ اللہ بہارِ چمنستانِ عرب  
پاک ہیں لوٹِ خزاں سے، گل وریحانِ عرب

حُسنِ یوسف پہ کٹیں، مصر میں انگشتِ زمان  
سرکٹاتے ہیں، ترے نام پہ، مردانِ عرب

کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص  
یوسفِ تال ہے، ہر اک گوشہٴ کنعانِ عرب

کرمِ نعت کے نزدیک تو کچھ دُور نہیں  
کہ رضائے عجبسی ہو، سگِ حنانِ عرب



پھر اٹھا ولولہ یادِ معیلانِ عرب  
پھر کھنچا دامنِ دل ، شوئے بیابانِ عرب

باغِ فردوس کو جاتے ہیں ، ہزارانِ عرب  
ہائے صحرائے عرب ، ہائے بیابانِ عرب!

دل وہی دل ہے جو آنکھوں سے ہو حیرانِ عرب  
آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جو دل سے ہوں قربانِ عرب

ہائے کس وقت لگی پھانس ، الم کی دل میں!  
کہ بہت دُور رہے ، خارِ معیلانِ عرب

فصلِ گلِ لاکھ نہ ہو ، وصل کی رکھ آس ہزار  
پھولتے پھلتے ہیں بے فصل ، گلستانِ عرب



صدقے ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار  
کچھ عجب رنگ سے پھولا ہے، گلستانِ عرب

صدقے رحمت کے، کہاں پھول، کہاں خار کا کام!  
خود ہے دامن کشِ بُبُل، گلِ خندانِ عرب

شادی حشر ہے، صدقے میں چھٹیں گے قیدی  
عرش پر دھوم سے ہے، دعوتِ مہمانِ عرب

چرچے ہوتے ہیں یہ کھلائے ہوئے پھولوں میں  
کیوں یہ دن دیکھتے، پاتے جو بیابانِ عرب!

تیرے بے دام کے بندے ہیں رُیسانِ عجم  
تیرے بے دام کے بندے ہیں ہزارانِ عرب

ہشت خلد آئیں وہاں، کسبِ لطافت کو رضا  
چار دن برسے جہاں، ابرِ بہارانِ عرب



جو بنوں پر ہے ، بہارِ حسن آرائی دوست  
خلد کا نام نہ لے ، مہلبل شیدائی دوست

شوق روکے نہ رُکے ، پاؤں اٹھائے نہ اُٹھے  
کیسی مشکل میں ہیں اللہ ، تمنائی دوست!

تاج والوں کا یہاں خاک پہ ماتھا دیکھا  
سارے داراؤں کی دارا ہوئی ، دارائی دوست

طُور پر کوئی ، کوئی چرخ پہ ، یہ عرش سے پار  
سارے بالاؤں پہ بالا رہی ، بالائی دوست

رنج اعدا کا رضا چارہ ہی کیا ہے جب اُنھیں  
آپ گستاخ رکھے حلم و شکیبائی دوست





زہے عزت و اعلیٰ محمد ﷺ  
کہ ہے عرشِ حق، زیرِ پاٹے محمد ﷺ

مکاں عرشِ اُن کا، فلکِ فرسِ اُن کا  
ملکِ خادمانِ سرائے محمد ﷺ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم ﷺ  
خدا چاہتا ہے، رضائے محمد ﷺ

عجب کیا اگر رسم فرمالے ہم پر  
خداٹے محمد ﷺ برائے محمد ﷺ

بسی عطرِ محبوبی کبیریا سے  
عبائے محمد ﷺ قبائے محمد ﷺ

دم نزع جاری ہو ، میری زباں پر  
محمد ﷺ ، محمد ﷺ ، خدائے محمد ﷺ

عصائے کلیم ، اژدہائے غضب تھا  
گروں کا سہارا ، عصائے محمد ﷺ

میں قرباں ، کیا پیاری پیاری ہے نسبت !  
یہ آن خدا ، وہ خدائے محمد ﷺ

خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے  
جو آنکھیں ہیں ، محو لقائے محمد ﷺ

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا  
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ

رضا پل سے اب وجد کرتے گزیے  
کہ ہے ربِّ سَلِّمْ صَدائے محمد ﷺ





اے شافعُ اُمم ، شہِ ذیجاہ ، لے خبر!  
 اللہ لے خبر مری ، اللہ لے خبر!

دریا کا جوش ، ناؤ ، نہ بیڑا ، نہ ناخدا  
 میں ڈوبا ، تو کہاں ہے ، مرے شاہ لے خبر!

منزل کڑی ہے ، رات اندھیری ، میں نابلد  
 لے نہضر ، لے خبر مری ، اے ماہ لے خبر!

پہنچے پہنچنے والے تو منزل ، مگر شہا  
 اُن کی ، جو تھک کے بیٹھے سرِ راہ ، لے خبر!

جنگل درندوں کا ہے ، میں بے یار ، شبِ قریب  
 گھیرے ہیں چار سمت سے بدخواہ ، لے خبر!

منزل نئی ، عزیزِ جُدا ، لوگ ناشناس  
ٹوٹا ہے کوہِ غم ، میں پرِ گاہ ، لے خبر!

وہ سختیاں سوال کی ، وہ صورتیں مہیب  
اے غمزدوں کے حال سے آگاہ ، لے خبر!

محرم کو بارگاہِ عدالت میں لائے ہیں  
تکتا ہے بے کسی میں تری راہ ، لے خبر!

اہلِ عمل کو اُن کے عمل کام آئیں گے  
میرا ہے کون تیرے سوا؟ آہ! لے خبر!

پُر خار راہ ، برہنہ پا ، تشنہ ، آبِ دُور  
مولیٰ پڑی ہے آفتِ جانکاہ ، لے خبر!

مانا کہ سختِ مجرم و ناکارہ ہے رضا  
تیرا ہی تو ہے بندۂ درگاہ ، لے خبر!





گزرے بس راہ سے وہ سیدِ والا ہو کر  
رہ گئی ساری زمیں، عنبرِ سارا ہو کر

رُخِ انور کی تجلی جو مٹنے دیھی  
رہ گیا بوسہ وہ نقشِ کفِ پا ہو کر

چمنِ طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغِ سُدہ  
برسوں چہکے ہیں جہاں، بلبیلِ شیدا ہو کر

صرصرِ دشتِ مدینہ کا مگر آیا خیال  
رُشکِ گلشن جو بنا، غنچہٴ دل وا ہو کر

ہے یہ اُمیدِ رضا کو تری رحمت سے شہا!  
نہ ہو زندانیِ دوزخ، ترا بندہ ہو کر



نارِ دوزخ کو چسبن کر دے ، بہارِ عارض  
ظلمتِ حشر کو دن کر دے ، بہارِ عارض

میں تو کیا چیز ہوں خود صاحبِ قرآن کو شہا!  
لاکھ مصحف سے پسند آئی بہارِ عارض

جلوہ فرمائیں رُخِ دل کی سیاہی مٹ جائے  
صبح ہو جائے الہی شبِ تارِ عارض

حق نے بخشا ہے کرم ، نذرِ گدایاں ہو قبول  
پیارے ، اک دل ہے ، وہ کرتے ہیں نثارِ عارض

آہ بے مائیگی دل کہ رضائے محتاج  
لے کر اک جاں چلا ، بہرِ نثارِ عارض



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہارے ذمے کے پر تو، ستارہ ہائے فلک  
تمہارے نعل کی ناقص مثل، ضیائے فلک

تمہاری یاد میں گزری تھی جاگتے شب بھر  
چلی نسیم، ہوئے بند، دید ہائے فلک

مرے غمی نے جو اہر سے بھرد دیا دامن  
گیا جو کاسہ مہ لے کے شب، گدائے فلک

یہ اہل بیت کی چکئی سے چال سیکھی ہے  
روال ہے بے مدد دست، آسیائے فلک

رضا یہ نعتِ نبیؐ نے بلندیاں بخشیں  
لقب زمینِ فلک کا ہوا، سمائے فلک





کیا ٹھیک ہو، رُخِ نبوی پر، مثالِ گل بہ  
پامالِ جلوۂ کفِ پا ہے، جمالِ گل

جنت ہے اُن کے جلوے سے جو یائے رنگ و یو  
اے گل! ہمارے گل سے ہے، گل کو، سوالِ گل

نتنا ہوں عشقِ شاہ میں، دل ہوگا نحوں نشاں  
یارب! یہ مژدہ سچ ہو، مبارک ہو، فالِ گل

نبیل یہ کیا کہا؟ "نیں کہاں، فصلِ گل کہاں!  
امید رکھ کہ عام ہے، جو و نوالِ گل

نبیل! گھرا ہے ابرِ ولا، مژدہ ہو کہ آب  
گرتی ہے آشیانہ پہ، برقِ جمالِ گل



یارب! سب را بھدا رہے، داغِ جگر کا باغ  
ہر مہ، مہ بہار ہو، ہر سال، سالِ گل

نعتِ حضور میں مستغرق ہے، عندلیب  
شانوں کے جھومنے سے عیاں، وجد و حالِ گل

نیل! گلِ مدینہ ہمیشہ بہار ہے  
دو دن کی ہے بہار، فنا ہے مالِ گل

کراؤں کی یاد جس سے ملے چین عندلیب  
دیکھا نہیں کہ خارِ الم ہے خیالِ گل؟

دیکھا تھا خوابِ خارِ حرم، عندلیب نے  
کھٹکا کیا ہے آنکھ میں، شب بھر خیالِ گل

اُن دو کا صدقہ جن کو کہا، میرے پھول ہیں  
کبھی رضا کو حشر میں نھڑاں، مثالِ گل



سر تا بقدم، ہے تن سلطانِ زمن پھول  
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

صدقے میں ترے باغ تو کیا، لائے ہیں بن پھول  
اس غنچہ دل کو بھی تو ایسا ہو کہ ”بن پھول“!

واللہ جو مل جائے مرے گل کا سینہ  
مانگے نہ کبھی عطر، نہ پھر چاہے دُہن پھول

دل بستہ و نغموں گشتہ، نہ خوشبو، نہ لطافت  
کیوں غنچہ کہوں؟ ہے مرے آقا کا دہن پھول

شب یاد تھی کن دانتوں کی شبِ بنم کہ دمِ صبح  
شوخانِ بہاری کے جڑاؤ ہیں، کرن پھول



وَنَدَانِ وِلْبٍ وَزُفِّ وَرُخِّ شَهِّ كَيْ فَسَدَانِي  
هِيں دَرِّ عَدْنِ ، لَعْلِ مِيْنِ ، مُشَكِّ نُسْتَنِ مِجْهُولِ

ہوں یار گنہ سے نخلِ دوشِ عزیزاں  
لُڈ مری نقش ، کر اے جانِ چسمنِ پھول!

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخنِ پا کا  
اتنا بھی مہِ نو پہ نہ اے چرخِ کہنِ پھول!

کیا غازہ ملا ، گردِ مدینہ کا جو ہے آج  
ٹکھرے ہوئے جو بن میں ، قیامت کی پھینِ پھول

دل ، غم تجھے گھیرے ہیں ، خُدا تجھ کو وہ چمکائے  
سورج ترے خرمن کو بنے ، تیری کرنِ پھول

کیا باتِ رضا اُس چمنستانِ کرم کی  
زہرا ہے کلی جس میں ، حسین اور حسنِ پھول



ہے کلامِ الہی میں شمس و ضحیٰ، ترے چہرہ نورسزا کی قسم  
قسمِ شبِ تار میں رازیہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دو تا کی قسم

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تری خُلق کو حق نے جمیل کیا  
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا، ترے خالقِ حسن و ادا کی قسم

ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں، ترا محرمِ راز ہے رُوحِ امیں  
تو ہی سرِ سرِ ہر دو جہاں ہے شہا، ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

مرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سوا، مگر اُن سے اُمید ہے تجھ سے رہا  
تو رحیم ہے اُن کا کرم ہے گواہ، وہ کریم ہیں تیری عطا کی قسم

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں  
نہیں ہندیں و اصفِ شاہِ ہدیٰ، مجھے شوخیِ طبعِ رضا کی قسم



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پاٹ وہ کچھ ، دھار یہ کچھ ، زار ہم !  
یا الہی کیونکر اتریں پار ہم !

کس بلا کی مے سے ہیں سرشار ہم ؟  
دن ڈھلا ، ہوتے نہیں ہشیار ہم .

تم کرم سے مشتری ہر عیب کے  
جنس نامقبول ہر بازار ہم

دشمنوں کی آنکھ میں بھی پھول تم  
دوستوں کی بھی نظر میں خار ہم

لغزش پا کا سہارا ایک تم  
گم کرنے والے لاکھوں ، ناہنخبہ ہم

اپنی رحمت کی طرف دیکھیں حضور  
جانتے ہیں جیسے ہیں بدکار ہم

اپنے مہمانوں کا صدقہ ایک بوند  
مرٹے پیاسے! ادھر سرکار ہم!

ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم!  
میں سخی کے مال میں، حقدار ہم

چاندنی چٹکی ہے اُن کے نور کی  
آؤ دیکھیں سیرِ طور و نار ہم

باعطا تم، شاہ تم، مختار تم  
بے نوا ہم، زار ہم، ناچار ہم

اپنی ستاری کا یارب واسطہ  
ہوں نہ رُسوا برسِ دربار ہم





اتنی عرضِ آخری کہہ دو کوئی  
ناؤ ٹوٹی، آپڑے منجھسا ہم

منہ بھی دیکھا ہے کسی کے عفو کا؛  
دیکھ او عصیاں نہیں بے یار ہم!

میں نثار! ایسا مسماں کیجیے  
تور ڈالیں نفس کا زُتار ہم

سُنیتِ سے کھٹکے سب کی آنکھ میں  
پھول ہو کر بن گئے کیا خار ہم!

دل کے ٹکڑے نذرِ حاضر لائے ہیں  
اے سگانِ کوچہ دلدار ہم

قسمتِ ثور و حسا کی حرص ہے  
چاہتے ہیں دل میں گہرا خار ہم



فصلِ گل، سبزہ، صبا، مستی، شباب  
چھوڑیں کس دل سے درِ خسار ہم؟

میکدہ پُچھتا ہے اللہ ساقیا!  
اب کے ساغر سے نہ ہوں ہشیار ہم

ساتیٰ تسنیم جب تک آ نہ جائیں  
اے سیہ مستی! نہ ہوں ہشیار ہم!

نازشیں کرتے ہیں آپس میں تک  
ہیں غلامانِ شہ ابرار ہم

لطفِ از خود رفتگی یارب نصیب!  
ہوں شہیدِ حلوۃ رفتار ہم

اُن کے آگے دعویٰ ہستی رضا  
کیا بکے جاتا ہے یہ ہر بار ہم؟





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
۱۴۰۷ھ

عشقِ مولیٰ میں ہو خنبار ، کنارِ دامن  
یا خدا ، حبلہ کہیں آئے ، بہارِ دامن

بہہ چلی آنکھ بھی ، اشکوں کی طرح دامن پر  
کہ نہیں تارِ نظر ، جز دو سہ تارِ دامن

اشک برساؤں ، چلی کوچہ جاناں سے نسیم  
یا خدا ، حبلہ کہیں نکلے ، بخارِ دامن!

اشک کہتے ہیں یہ شیدائی کی آنکھیں دھو کر  
”اے ادب! گر و نظر ہو ، نہ خبارِ دامن“

اے رضا ، آہ! وہ بلبل کہ نظر میں جس کی  
جلوۂ جیبِ گل آئے ، نہ بہارِ دامن!





ریشکِ قمر ہوں ، رنگِ رُخِ آفتاب ہوں  
ذرہ ترا، جو اے شہِ گردوں جناب ہوں

گر آنکھ ہوں تو ابر کی ، چشمِ پُر آب ہوں  
دل ہوں تو برق کا ، دلِ پُر اضطراب ہوں

خونیں جگر ہوں ، طائرِ بے آسٹیاں شہا!  
رنگِ پریدہٗ رُخِ گل کا جواب ہوں

بے اصل و بے ثبات ہوں ، بحرِ کرمِ مدد  
پروردہٗ کسارِ سراب و جناب ہوں

عبرتِ فزا ہے شرمِ گناہ سے مرا سکوت  
گویا لبِ نموشِ لحد کا جواب ہوں



دل بستہ ، بے قرار ، جگر چاک ، اشکبار  
غنچہ ہوں ، گل ہوں ، برقی تپاں ہوں ، سحاب ہوں

مولیٰ دُہائی نظروں سے گر کر چلا غلام !  
اشک مژہ رسیدہ چشم کباب ہوں

مٹ جائے یہ خودی تو وہ جلوہ کہاں نہیں ؟  
دردا ! میں آپ اپنی نظر کا حجاب ہوں !

قالب تہی کیئے ، ہمہ آغوش ہے ہلال  
اے شہسوارِ طیبہ میں تیری رکاب ہوں

میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا  
پر لطف جب ہے کہہ دیں اگر وہ جناب ، ہوں !

حسرت میں خاک بوسیٰ طیبہ کی اے رضا  
ٹپکا جو چشمہ مہر سے ، وہ خونِ ناب ہوں



پوچھتے کیا ہو، عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں؟  
کیف کے پر جہاں جلیں، کوئی بتائے کیا کہ یوں؟

تصردنی کے راز میں، عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں  
روحِ قدس سے پوچھیے، تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں؟

دل کو ہے فکر کس طرح، مُردے جلاتے ہیں حضور؟  
اے میں فدا، لگا کر ایک، مٹو کر اسے بتا کہ یوں!

باغ میں شکرِ وصل تھا، بھر میں ”ہائے ہائے گل!“  
کا ہے اُن کے ذکر سے، خمیر وہ یوں ہوا کہ یوں!

جو کہ شعر و پاسِ شرع، دونوں کا حُسن کیونکر آئے  
لا اے پیشِ جلوۂ، زمزمہٴ رضا کہ یوں!

ہر حکایت ، ہر کنایت ، ہر ادا  
ہر اشارت ، دل نشین و دل نشاں !

دل دے دل کو ، جانِ جاں کو نور دے  
اے جہانِ جاں ، واے جانِ جہاں !

آنکھ دے اور آنکھ کو دیدارِ نور  
روح دے اور روح کو راہِ جہاں

اللہ اللہ یا اس اور ایسی اس سے  
اور یہ حضرت ، یہ در ، یہ آستان !

تو ثنا کو ہے ، ثنا تیرے لیے  
ہے ثنا تیری ہی دیگر داستان



تُو نہ تھا تو کچھ نہ تھا، مگر تُو نہ ہو  
کچھ نہ ہو، تُو ہی تُو ہے، جانِ جہاں

تُو ہو داتا اور اوروں سے رَحَبَا؟  
تُو ہو آفتا اور یادِ دیگران؟

التجا اس شرک و شہر سے دُور رکھ  
ہو رضا تیرا ہی، غیر از این و آن

جس طرح ہونٹ اس نغزل سے دُور ہیں  
دل سے یوں ہی دُور ہو ہر ظن و ظال





پھر کے ملی گلی تباہ ، مٹھو کریں سب کی کھائے کیوں ؟  
دل کو جو عقل دے خدا ، تیری گلی سے جاٹے کیوں ؟

رخصتِ قافلہ کا شور ، غش سے ہمیں اٹھائے کیوں ؟  
سوتے ہیں اُن کے سائے میں ، کوئی ہمیں جگائے کیوں ؟

یادِ حضور کی قسم ، غفلتِ عیش ہے ستم  
خوب ہیں قیدِ غم میں ہم ، کوئی ہمیں چھڑائے کیوں ؟

جان ہے عشقِ مصطفیٰ ، روزِ فزوں کرے خدا !  
جس کو ہو درد کا مزہ ، نازِ دوا اٹھائے کیوں ؟

ہم تو آپ ہیں دل نگار ، غم میں ہنسی ہے ناگوار  
چھیر کے گل کو تو بہار ، خون ہمیں رلائے کیوں ؟

یا تو یوں ہی تڑپ کے جائیں، یاد ہی دام سے چھڑائیں  
منتِ غیر کیوں اٹھائیں، کوئی ترس جتائے کیوں؟

خوش ہے گل پہ عندلیب، خارِ حرم مجھے نصیب  
میری بلا بھی ذکر پر، مچھول کے خار کھائے کیوں؟

جانِ سفر! نصیب کو، کس نے کہا، ”مزے سے سو“  
کھٹکا اگر سحر کا ہو، شام سے موت آئے کیوں؟

راہِ نبی میں کیا کمی، فرشِ بیاض دیدہ کی  
چادرِ ظل ہے ملگھی، زیرِ قدم بچھائے کیوں؟

سنگِ درِ حضور سے، ہم کو خدا نہ صبر دے  
جانا ہے سر کو جاچکے، دل کو قرار آئے کیوں؟

ہے تو رضا نرا ستم، مجرم پہ گر لچائیں ہم  
کوئی بجائے سوزِ غم، سازِ طرب بجائے کیوں؟





یادِ وطنِ ستم کیا، دشتِ حرم سے لائی کیوں؟  
بیٹھے بھٹکے بد نصیب، سر پر بلا اٹھائی کیوں؟

دل میں تو چوٹ تھی دہلی، ہائے غضب ابھر گئی!  
پوچھو تو آہِ سرد سے، ٹھنڈی ہوا چلائی کیوں؟

چھوڑ کے اس حرم کو آپ، بن میں ٹھگوں کے آ بسو!  
پھر کہو، سر پہ دھر کے ہاتھ، "نٹ گئی سب کمائی کیوں؟"

باغِ عرب کا سرو ناز، دیکھ لیا ہے ورنہ آج  
قمری جانِ غم زدہ، گونج کے چہ پہاڑی کیوں؟

نامِ مدینہ لے دیا، چلنے لگی نسیمِ خلد  
سوزشِ غم کو ہم نے بھی، کیسی ہوا بتائی کیوں؟

کس کی نگاہ کی حیا، پھرتی ہے میری آنکھ میں  
نرگسِ مستِ نازنے، مجھ سے نظر چُرانی کیوں؟

تُو نے تو کر دیا طبیب، آتشِ سینہ کا علاج  
آج کے دورِ آہ میں، بوئے کباب آئی کیوں؟

فکرِ معاشِ بدِ بلا، ہوں معادِ جاں گزرا  
لاکھوں بلا میں پھنسنے کو، رُوحِ بدن میں آئی کیوں؟

ہونہ ہو، آج کچھ مرا، ذکرِ حضور میں ہوا  
ورنہ مری طرفِ خوشی، دیکھ کے سُکرائی کیوں؟

خویرِ جاں ستم کیا، طیبہِ نظر میں پھر گیا!  
چھیڑ کے پردہِ حجاز، دیں کی چیز گائی کیوں؟

حسرتِ نو کا سانحہ، سُنتے ہی دل بگڑ گیا  
ایسے مریض کو رضا، مرگِ جواں سُنائی کیوں؟



اہل صراطِ رُوحِ امیں کو خبر کریں  
جاتی ہے اُمتِ نبوی ، فرشش پر کریں

بد ہیں تو آپ کے ہیں ، بھلے ہیں تو آپ کے  
ہنگڑوں سے تو یہاں کے پلے ، رُخ کدھر کریں؛

اُن کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لیے ؟  
آنکھوں میں آئیں ، سر پہ رہیں ، دل میں گھر کریں

منزل کڑی ہے ، شانِ تبسمِ کرم کرے  
تاروں کی چھاؤں ، توڑ کے تڑکے ، سفر کریں؛

کلبِ رضا ہے ، خنجرِ خوشخوارِ برق بار  
اعداسے کہہ دو ، خیر منائیں ، نہ شر کریں

وَالصَّلَاةِ  
وَالزَّكَاةِ  
وَالْحَجِّ  
وَالصَّوْمِ

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں  
تیرے دن، اے بہار پھرتے ہیں

جو ترسے در سے یار پھرتے ہیں  
در بدر یونہی خوار پھرتے ہیں

آہ کل عیش تو کیے ہم نے  
آج وہ بے قرار پھرتے ہیں

ہر چراغِ مزار پر، قدسی  
کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں!

اُس گلی کا گدا ہوں میں جس میں  
مانجھے تاجدار پھرتے ہیں





جان ہیں، جان کیا نظر آئے!  
کیوں عدو گردِ غار پھرتے ہیں؟

پھول کیا دیکھوں، میری آنکھوں میں  
دشمتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں!  
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں؟

باہیں رستے نہ جا مسافر، سن!  
مال ہے، راہ مار پھرتے ہیں

جاگ، سنان بن ہے رات آئی  
گمگم بہرِ شکار پھرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا  
تجھ سے گتے ہزار پھرتے ہیں



اُن کی مہک نے دل کے، غنچے کھلا دیئے ہیں  
جس راہ چل گئے ہیں، کوپے بنا دیئے ہیں

جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ اُن کی آنکھیں  
جلتے بچھا دیئے ہیں، روتے ہنسا دیئے ہیں

اک دل ہمارا کیا ہے، آزار اُس کا کتنا ہے  
تم نے تو چلتے پھرتے، مُردے جلا دیئے ہیں

اُن کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو  
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اُٹھتے ہوں گے  
اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں



اَسرا میں گزرے ہیں جس بیڑے پہ قدسیوں کے  
ہونے لگی سلامی ، پرچم جھکا دیئے ہیں

آنے دو یا ڈبو دو ، اب تو تمہاری جانب  
کشتی تمہیں پہ چھوڑی ، لنگر اٹھا دیئے ہیں

ڈولہا سے اتنا کہہ دو ” پیارے سواری روکو!  
” مشکل میں ہیں براقی پُرتخار با دیئے ہیں!“

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا؟  
رور کے مصطفیٰ ﷺ نے دریا بہا دیئے ہیں!

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا  
دریا بہا دیئے ہیں ، دُرے بہا دیئے ہیں

نمکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مُسَلَّم  
جس سمت آگئے ہو سکتے بٹھا دیئے ہیں



وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں  
یہی پھولِ خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دُھواں نہیں

میں نثار تیسے کلام پر، رلی یوں تو کس کو زباں نہیں  
وہ سُخن ہے جس میں سُخن نہ ہو، وہ بیان ہے جس کا بیاں نہیں!

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفسر مقرر  
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ترے آگے یوں ہیں دے لچے، فصحا عرب کے بڑے بڑے  
کوئی جانے مُنہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ حیم میں جاں نہیں

یہ نہیں کہ خسلد نہ ہو نیکو، وہ نیکوئی کی بھی ہے آبرو  
مگر اے مدینہ کی آرزو! جسے چاہے تو وہ سماں نہیں



وہی نورِ حق، وہی ظلِ رب ہے، انھیں سب ہے، انھیں کاسب  
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں؟

وہی لامکاں کے مکین ہوئے، سرِ عرشِ تخت نشین ہوئے  
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں، وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

سرِ عرش پر ہے تری گزر، دلِ فرش پر ہے تری نظر  
ملکوت و ملک میں کوئی شے، نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا  
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروں جہاں نہیں

نہیں جس کے رنگ کا دوسرا، نہ تو ہو کوئی، نہ کبھی ہوا  
کہو اس کو گل کہے کیا بنی، کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں؟

کروں مدحِ اہلِ دَولِ رضا پڑے اس بلا میں مری بلا  
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مرادیں پارۂ ناں نہیں



رُخُون ہے یا ہر سماء یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں  
شب زلف ہے یا مشکِ خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

مکن میں یہ قدرت کہاں، واجب میں عبدیت کہاں!  
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حق یہ کہ ہیں عبدِ آلہ اور عالمِ امکاں کے شاہ  
برنخ ہیں وہ سترِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بنبل نے گل اُن کو کہا، قسری نے سروِ جانفزا  
حیرت نے جھنجھلا کر کہا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

خورشید تھا کس زور پر، کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر!  
بے پردہ جب وہ رُخ ہوا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں



ڈرتھا کہ عصیاں کی سزا اب ہوگی یا روزِ جزا  
دی اُن کی رحمت نے صبرا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

کوئی ہے نازاں زہد پر، یا حسنِ توبہ ہے سپر  
یاں ہے فقط تیری عطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

دن بُو میں کھونا تجھے، شبِ صبح تک سونا تجھے  
شرمِ نبی، خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

رزقِ خدا کھایا کیا، فرمانِ حق ٹالا کیا  
شکرِ کرم، ترسِ سزا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بے بیلِ رنگین رضا یا طوطیِ نغمہ مرا  
حق یہ کہ واصل ہے ترا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں





وصفِ رُخِ اُن کا کیا کرتے ہیں، شرحِ دانش و وضعی کرتے ہیں  
اُن کی ہم مدح و ثنا کرتے ہیں جن کو محسود کہا کرتے ہیں

ماہِ شوقِ گشتہ کی صورت دیکھو، کانپ کر بہر کی رجوت دیکھو  
مصطفیٰ پیارے کی قدرت دیکھو، کیسے اعجاز ہوا کرتے ہیں

تو بے خورشید رسالت پیائے چھپ گئے تیری ضیاء میں تلے سے  
انبیاء اور ہیں سب مہ پائے، تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری، جن سے دریائے کرم ہیں جاری  
جوش پر آتی ہے جب غمِ خواری، تپنے سیراب ہوا کرتے ہیں

جب صبا آتی ہے طیبہ سے ادھر، کھلکھلا پڑتی ہیں کلیاں یکسر  
پھول جامہ سے نکل کر باہر، رُخ رنگیں کی ثنا کرتے ہیں



جس کے جلوے سے اُحد ہے تاباں، معدنِ نوری ہے اُس کا داماں  
ہم بھی اُس چاند پہ ہو کر قربان، دلِ سنگیں کی چلا کرتے ہیں

کیوں نہ زریبا ہو تجھے تاجوری تیری ہی دم کی ہے سب چلاہ گری  
نلک جن و بشر خور و پری، جان سب تجھ پہ فدا کرتے ہیں

ٹوٹ پرتی ہیں بلائیں جن پر، جن کو ملتا نہیں کوئی یاد  
ہر طرف سے وہ پُر ارماں پھر کر، اُن کے دامن میں چھپا کرتے ہیں

لب پہ آجاتا ہے جب ناہ جناب، منہ میں گھل جاتا ہے شہدِ نایاب  
وجد میں ہو کے ہم اے جانِ بیاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

لب پہ کس منہ سے غمِ الفت لائیں، کیا بلا دل ہے الم جس کا سنائیں  
ہم تو اُن کے کفِ پا پر مٹ جائیں اُن کے در پر جو مٹا کرتے ہیں

اپنے دل کا ہے انھیں سے آرام، سوچے ہیں اپنے انھیں کو سب کام  
کو لگی ہے کہ اب اُس در کے غلام، چارہ در در رضا کرتے ہیں





یہ جام تلخ وہی خوشگوار کرتے ہیں  
جو اُن کی یاد دم احتضار کرتے ہیں

ہماری ناؤ کنارے لگائیں گے اک روز  
وہی جو بے کسوں کے بیڑے پار کرتے ہیں

حرم کے کانٹوں کو ہم گل بھی کہہ نہیں سکتے  
کھجے اُن کے ہیں جو خار خار کرتے ہیں

حساب دیں گے فرشتو مگر ذرا آئیں  
وہ جن کے آنے کا ہم انتظار کرتے ہیں

یہ نفس ایک ہے ، دردا ! رضا کا ، بھولا سا  
وہ چال چلتا ہے ، آپ اعتبار کرتے ہیں؟



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
صَلِّ عَلَیْكَ اَبَا عَلَیْمٍ  
۱۳۵

یہی بات کھاتے یہ ہیں  
سیدھی راہ دکھاتے یہ ہیں

دُوبی ناویں تراتے یہ ہیں  
ہلتی نیویں جماتے یہ ہیں

ٹوٹی آسیں بندھاتے یہ ہیں  
چھوٹی نبضیں چلاتے یہ ہیں

جلتی جانیں بُجھاتے یہ ہیں  
روتی آنکھیں ہنساتے یہ ہیں

قصرِ دنیٰ تک کس کی رسائی  
جاتے یہ ہیں، آتے یہ ہیں

اُس کے نائب ، ان کے صاحب  
حق سے خلق ، ملائے یہ ہیں

شافع ، نافع ، رافع ، دافع  
کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں

اُن کے نام کے صدقے جس سے  
جیتے ہم ہیں ، جلاتے یہ ہیں

اُس کی بخشش ان کا صدقہ  
دیتا وہ ہے ، دلاتے یہ ہیں

ان کے ہاتھ میں ہر گنجی ہے  
مالکِ کُل کہلاتے یہ ہیں

إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ  
ساری کثرت پاتے یہ ہیں





ماتم گھر میں ، ایک نظر میں  
شادی ، شادی رچاتے یہ ہیں

اپنی بنی ہم ، آپ بگاڑیں  
کون بنائے ؛ بناتے یہ ہیں

لاکھوں بلائیں ، کروڑوں دشمن  
کون بچائے ؛ بچاتے یہ ہیں

مرقد میں بندوں کو تھپک کر  
میٹھی نیند سلاتے یہ ہیں

ماں جب اکلوتے کو چھوڑے  
”آ“ کہہ کے بلاتے یہ ہیں

باپ جہاں بیٹے سے بھاگے  
لطف وہاں فرماتے یہ ہیں

خود سجدے میں گر کر اپنی  
گرتی اُمت اُٹھاتے یہ ہیں

اپنے بھرم سے ، ہم ہلکوں کا  
پتہ بھاری بناتے یہ ہیں

ٹھنڈا ٹھنڈا ، میٹھا میٹھا  
پیتے ہم ہیں ، پلاتے یہ ہیں

جن کے چھپڑ تک نہیں ، اُن کے  
موتی محل سجاتے یہ ہیں

ٹوپی جن کے ، نہ جوتی اُن کو  
تاج و براق ، دلاتے یہ ہیں

کہہ دو رضا سے خوش ہو ، خوش رہ  
مژدہ رضا کا سناتے یہ ہیں







چمنِ طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو  
خور بڑھ کر شکنِ ناز پہ وارے گیسو

ہم سیہ کاروں پہ یارب تمہیں محشر میں  
سایہ انگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے  
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

کعبہ جاں کو پہنایا ہے غلاف مشکیں  
اڑ کر آئے ہیں جو اُردو پہ تمہارے گیسو

سلسلہ پا کے شفاعت کا ٹھکے پڑتے ہیں  
جدہ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو



دیکھو قرآن میں شبِ قدر ہے تا مطلعِ فجر  
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

بھینتی خوشبو سے بہک جاتی ہیں گلیاں واہ  
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو!

شانِ رحمت ہے کہ شانہ نہ جدا ہو دم بھر  
سینہ چاکوں پہ کچھ اس درجہ ہیں پیارے گیسو

مژدہ ہو قبلہ سے گھنگھور گھٹائیں اُمڈیں  
آبروؤں پر وہ بھکے جھوم کے بارے گیسو

تاری شیرازہٴ مجسومہٴ کونین ہیں یہ  
حال کھل جائے جو اک دم ہوں کنارے گیسو

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا  
صبح عارض پہ لٹکتے ہیں ستارے گیسو





زمانہ حج کا ہے بسوہ دیا ہے ، شاہد گل کو  
ابھی طاقت پرواز دے ، پر ہائے مہبل کو

بہاریں آئیں جو بن پر ، گھرا ہے ابر رحمت کا  
لب مشاق بھیگیں دے اجازت ، ساقیا بل کو

ذما کر ، سخت خفتہ جاگ ، ہنگام اجابت ہے  
ہٹایا صبح رخ سے ، شانے نے ، شہائے کانل کو

پریشانی میں نام ان کا دل صد چاک سے نکلا  
اجابت شانہ کرنے آئی گیسوئے تو تل کو

رضانہ سبزہ گردوں ہیں کوتل جس کے موکب کے  
کئی کیا لکھ کے اُس کی سواری کے تھل کو



صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یاد میں جس کی نہیں، ہوشِ تن و جان ہم کو  
پھر دکھا دے وہ رُخ، اے مہرِ روزاں ہم کو!

دیر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہے ہمیں  
کیا ہی خود رننتہ کیا، جلوۂ جاناں ہم کو!

جس تبتم نے گلستاں پہ گرائی بجلی  
پھر دکھا دے وہ ادائے گلِ تحذاں ہم کو!

کاش آدیزۂ قندیلِ مدینہ ہو وہ دل  
جس کی سوزش نے کیا، رشکِ چراغاں ہم کو!

نرخش جس خوبیِ رفتار کا پامال ہوا  
دو قدم چل کے دکھا، سروِ خردماں ہم کو!

خاک ہو جائیں درِ پاک پہ، حسرت مٹ جائے  
یا الہی نہ پھرا، بے سرو ساماں ہم کو!

تنگ آئے ہیں دو عالم تری بے تابی سے  
چین لینے دے تپ سینہ سوزاں ہم کو!

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار  
منظر آتے ہیں نغزاں دیدہ، گلستاں ہم کو!

نیرِ حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے  
تیز ہے دھوپ، اے سایہ دامان ہم کو!

پردہ اُس چہرہ انور سے اٹھا کر اک بار  
اپنا آئینہ بنا، اے مہِ تاباں ہم کو!

اے رضا و صفِ رُخِ پاک ننانے کے لیے  
نذر دیتے ہیں چمن، مرغِ غزل خواں ہم کو!



حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو  
کعبہ تو دیکھ چکے ، کعبہ کا کعبہ دیکھو

آپ زمزم تو پیا ، خوب بُجھائیں پیاسیں  
آؤ جوڈ شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو

دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بے تابوں کی  
اُن کے مشاقوں میں ، حسرت کا ترپنا دیکھو

مثل پروانہ پھرا کرتے تھے جس شمع کے گرد  
اپنی اُس شمع کو پروانہ یہاں کا دیکھو

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلافِ کعبہ  
قصرِ محبوب کے پردے کا بھی جلوا دیکھو



واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا  
یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

زینتِ کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ  
جلوہ فرما یہاں کونین کا دولہا دیکھو

دھوچکا ظلمتِ دل ، بوسہ سنگِ اسود  
خاک بوسیِ مدینہ کا بھی رُتبا دیکھو

کرچکیِ رفعتِ کعبہ پہ نظر پروازیں  
ٹوپیِ آبِ تھام کے خاکِ درِ والا دیکھو

غور سے سُن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا  
تیرمی آنکھوں سے مرے پیائے کا روضا دیکھو

۱۳۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں پہلی بار ادائگی حج کے بعد مدینہ منورہ

روائگی کے وقت یہ نذرانہِ محبت پیش کیا گیا۔



پل سے اُتارو ، راہ گزر کو خنبر نہ ہو  
جبریل پر پہچائیں تو پر کو خنبر نہ ہو

ایسا گما دے اُن کی ولا میں خدا ہمیں  
ڈھونڈھا کرے ، پر اپنی خنبر کو خنبر نہ ہو

اے خارِ طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے!  
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خنبر نہ ہو

اے شوقِ دل یہ سجدہ گر اُن کو روا نہیں  
اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خنبر نہ ہو

اُن کے سوا رضا کوئی حامی نہیں، جہاں  
گزارا کرے پس پرہ ، پدر کو خنبر نہ ہو



صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یا الہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہوا  
جب پڑے مشکل ، شہِ مشکل گشا کا ساتھ ہوا

یا الہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو  
شادی دیدار حسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہوا

یا الہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات  
اُن کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہوا

یا الہی جب پڑے محشر میں شورِ وار و گیسر  
اُن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہوا

یا الہی جب زبائیں باہر آئیں پیاس سے  
صاحبِ کوثر ، شہِ جود و عطا کا ساتھ ہوا





یا الہی گرمی محشر سے جب بھڑکیں بدن  
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو!

یا الہی نامہ اعمال جب کھلنے لگیں  
عیب پوشِ خلق، ستارِ خطا کا ساتھ ہو!

یا الہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں  
اُن تپتہ ریز ہونٹوں کی دُعا کا ساتھ ہو!

یا الہی رنگِ لائیں جب مری بے باکیاں  
اُن کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو!

یا الہی جو دُعا ئے نیک میں تجھ سے کروں  
قدسیوں کے لب سے "امین ربنا" کا ساتھ ہو!

یا الہی جب رضاِ خوابِ گراں سے سر اٹھائے  
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو!

صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مصطفیٰ خیر الوری ہو  
سرورِ ہر دوسرا ہو

اپنے اچھوں کا تصدق  
ہم بدوں کو بھی نبا ہو

کس کے پھر ہو کر رہیں ہم؟  
گر تمہیں ہم کو نہ چاہو

بد کریں ہر دم بُرائی  
تم کہو، "ان کا بھلا ہو!"

ہم وہی ننگِ جفا ہیں  
تم وہی جانِ وفا ہو





ہم وہی قابل سزا کے  
تم وہی رسمِ خدا ہو

چرخِ بد کے، دھڑ بڈ کے  
تم بد نے سے ذرا ہو

عمر بھر تو یاد رکھا  
وقت پر کیا بھولنا ہو!

حق ڈرو دیں تم پہ بھیجے  
تم مدام اس کو سرا ہو

وہ عطا دے ، تم عطا لو  
وہ وہی چاہے ، جو چاہو

کیوں رضا مشکل سے ڈریے  
جب نبی مشکل کشا ہو



وَاللَّهُ  
عَلِيمٌ

ملکِ خاص کبریا ہو  
مالکِ ہر ماسوا ہو

کوئی کیا جانے کہ کیا ہو  
عقلِ عالم سے ورا ہو

سب سے اول سب سے آخر  
ابتدا ہو انتہا ہو

سب بشارت کی ازاں تھے  
تم ازاں کا مدعا ہو

سب جہت کے دائرے میں  
شش جہت سے تم ورا ہو





سب مکاں تم لامکاں میں  
تن میں تم حبانِ صفا ہو

سب تمہارے در کے رستے  
ایک تم راہِ خدا ہو

سب تمہارے آگے شافع  
تم حضورِ کبریا ہو

سب کی ہے تم تک رسائی  
بارگاہ تک تم رسا ہو

وہ کلسِ روغنے کا چمکا  
سر جھکاؤ کجکلا ہو!

وہ درِ دولت پہ آئے  
جھولیاں پھیلاؤ، شاہو!



کیا ہی ذوقِ فنا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ!  
قرض لیتی ہے گناہ، پرہیزگاری، واہ واہ!

خامہ قدرت کا حُسن دستکاری، واہ واہ!  
کیا ہی تصویر اپنے پیاسے کی سنواری، واہ واہ!

اشک شب بھر انتظارِ عفو امت میں بہیں  
میں فدا چاند اور یوں اختر شماری، واہ واہ!

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر  
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری، واہ واہ!

ٹور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ  
اٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری، واہ واہ!



مجرموں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے رحمت کی نگاہ  
طلع برگشتہ! تیری سازگاری، واہ واہ!

کیا دینے سے صیا آئی کہ پھولوں میں ہے آج  
کچھ نئی بو، بھینی بھینی، پیاری پیاری، واہ واہ!

خود ہے پرے میں اور آسینہ عکس خاص کا  
بھیج کر انتجانوں سے کی راہ داری، واہ واہ!

اس طرف روضہ کا نور، اس سمت منبر کی بہار  
نیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری، واہ واہ!

صدقے اس انعام کے، قربان اس اکرام کے  
ہو رہی ہے، دونوں عالم میں، تمہاری واہ واہ!

پارہ دل بھی نہ نکلا دل سے تنھے میں رضا  
ان سگان کو سے اتنی جاں پیاری؟ واہ واہ!

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

او نفسِ تباہ کارِ توبہ !  
توبہ توبہ ہزار توبہ !

کیا بھول گئے شفیع اپنا  
کیوں جمع ہیں انتشارِ توبہ ؟

عصیاں عصیاں سے میرے دل تنگ  
توبہ ہی ہے تنگ و عارِ توبہ

خارِ دشتِ حرم کے آگے  
ذکرِ چمن و بہارِ توبہ !

مجھ توبہ شکن کا نام سن کر  
توبہ کرے بار بارِ توبہ





صَلَّىٰ عَلَيْنَا

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ  
سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ

اپنے مولیٰ کا پیارا، ہمارا نبی ﷺ  
دونوں عالم کا ڈولہا، ہمارا نبی ﷺ

بزمِ آخر کا شمعِ فروزاں ہوا  
نورِ اول کا جلو، ہمارا نبی ﷺ

بجھ گتیں جس کے آگے سبھی مشعلیں  
شمع وہ لے کر آیا، ہمارا نبی ﷺ

جس کے تلوں کا دھون ہے آبِ حیات  
ہے وہ جانِ مسیحا، ہمارا نبی ﷺ





خلق سے اولیا، اولیا سے رسل  
اور رسولوں سے اعلیٰ، ہمارا نبی

جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل  
ہے وہ رحمت کا دریا، ہمارا نبی

قرون بدلی رسولوں کی ہوتی رہی  
چاند بدلی کا نکلا، ہمارا نبی

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے  
دینے والا ہے سچا، ہمارا نبی

کیا خبر کتنے تارے کھلے، ٹھپ گئے  
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا، ہمارا نبی

نمکِ کونین میں انبیا تاجدار  
تاجداروں کا آقا، ہمارا نبی



لامکاں تک اُجالا ہے جس کا وہ ہے  
ہر مکاں کا اُجالا، ہمارا نبی ﷺ

سائے اچھوں میں اچھا سمجھے جسے  
ہے اُس اچھے سے اچھا، ہمارا نبی ﷺ

سائے اُونچوں سے اُونچا سمجھے جسے  
ہے اُس اُونچے سے اُونچا، ہمارا نبی ﷺ

سب چمک والے اُجلوں میں چمک کیے  
اندھے شیشوں میں چمکا، ہمارا نبی ﷺ

جس نے مُردہ دلوں کو دی عمر ابد  
ہے وہ جانِ مسیحا، ہمارا نبی ﷺ

غم زدوں کو رضا مُردہ دیجے کہ ہے  
بے کسوں کا سہارا، ہمارا نبی ﷺ





وَاللَّيْلِ إِذَا يَأْسَوا  
وَاللَّيْلِ إِذَا يَأْسَوا

برقِ عشقِ شبہ والا ، یہ گرمی وہ تڑپی  
شور سینوں میں ہے برپا ، یہ گرمی وہ تڑپی

نور انگنت کی بجلی ہے ، چمک پر لے چرخ !  
شیشہ ماہ بچانا ، یہ گرمی وہ تڑپی

زخمی تیغ تبسم ہے کہ دکھلاتا ہے برق  
رقصِ بسمل کا تماشا ، یہ گرمی وہ تڑپی

گرمی جلوۂ رُخ دیکھ کے عاشق کی نظر  
نیم جاں ، بسمل شیدا ، یہ گرمی وہ تڑپی

خَوَّ موسى صَعِقًا کا بنا منظر عاشق  
کوند کر برق تجلی ، یہ گرمی وہ تڑپی



حزرجباں ، ذکرِ شفاعت کیجیے  
نار سے بچنے کی صورت کیجیے

اُن کے نقشِ پا پہ غنیمت کیجیے  
آنکھ سے چھپ کر ، زیارت کیجیے

اُن کے در پر ، چلے ہو ، مٹ جائیے  
ناتوانو! کچھ تو ہمت کیجیے!

جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا  
ایسے پیارے سے ، محبت کیجیے

آنکھ تو اٹھتی نہیں ، دیں کیا جواب؟  
ہم پہ بے پرسش ہی رحمت کیجیے



ہم تمہارے ہو کے کس کے پاس جائیں ؟  
صدقہ شہزادوں کا ، رحمت کیجیے

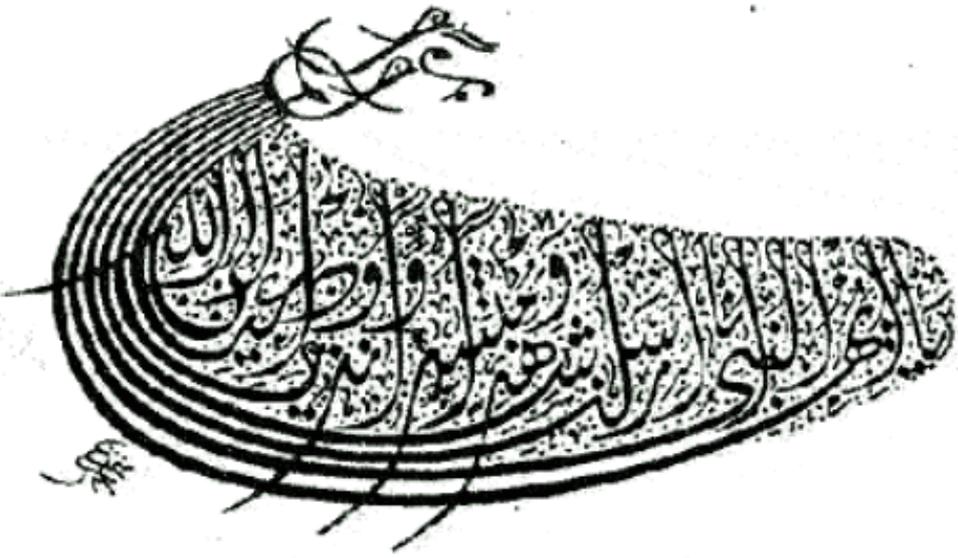
اب تو آفتِ منہ دکھانے کا نہیں  
کس طرح رفعِ ندامت کیجیے ؟

کس سے کہیے کیا ؟ کیا کیا ہو گیا !  
خود ہی اپنے پر ملامت کیجیے

ٹے خدا ہمت ، کہ یہ جانِ حزیں  
آپ پر داریں ، وہ صورت کیجیے

آپ ہم سے بڑھ کے ہم پر مہربان  
ہم کریں مجرم ، آپ رحمت کیجیے

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا  
یاد اُس کی ، اپنی عادت کیجیے





صَلَّى عَلَيْهِ  
وَالْحَمْدُ  
لِلَّهِ  
رَبِّ  
الْعَالَمِينَ

دل کو ان سے خدا، جدا نہ کرے!  
بے کسی لوٹ لے، خدا نہ کرے!

دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے؟  
ارے تیرا، خدا بُرا نہ کرے!

دل میں روشن ہے شمعِ عشقِ حضور  
کاش جوشِ ہوس، ہوا نہ کرے!

جب تری نحو ہے سب کا جی رکھنا  
وہی اچھا، جو دل بُرا نہ کرے

لے رضا، سب چلے مدینے کو  
میں نہ جاؤں؛ اے خدا نہ کرے!



ہمارے دردِ جگر کی کوئی دوا نہ کرے  
مئی ہو عشقِ نبی میں کبھی ، خدا نہ کرے

اشارہ کر دیں اگر وہ کمانِ ابرو کا  
ہمارا تیرِ دُعا پھر کبھی خطا نہ کرے

قدِ نبی کے سوا کچھ ہمیں نہیں بھاتا  
ہمارے آگے کوئی ذکرِ سرو کا نہ کرے

ہمارے دیکھے ہوئے ہیں مدینے کے ذرے  
ننا دو مہر کو ، اب دعویٰ ضیا نہ کرے

رضائے نامہ سیدہ کا کہاں ٹھکانا ہے !  
شفاعت اس کی جو محشر میں مصطفیٰ نہ کرے



وَالصَّالِحِينَ

ذرتے جھڑ کر تری پیزاروں کے  
تاج سر بنتے ہیں ستیاریوں کے

میسر آقا کا وہ در ہے جس پر  
مانتے گھس جاتے ہیں سرداروں کے

مجرمو! چشم تبسم رکھو!  
پھول بن جاتے ہیں انگاروں کے

جان و دل ، تیرے قدم پر وارے  
کیا نصیبے ہیں ، ترے یاروں کے!

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا  
بول بالے ، مری سرکاروں کے!



عرشِ حق ہے مسندِ رفعتِ رسول اللہ کی  
دیکھنی ہے حشر میں عزتِ رسول اللہ کی

قبر میں لہرائیں گے تا حشرِ چشمے نور کے  
جلوہ فرما ہوگی جب طلعتِ رسول اللہ کی

ہم بھکاری، وہ کریم، اُن کا خدا، اُن سے فرزوں  
اور نہ کہنا "نہیں" عادت، رسول اللہ کی

خاک ہو کر عشق میں، آرام سے سونا ملا  
جان کی اکسیر ہے، اُلقتِ رسول اللہ کی

اے رضا خود صاحبِ قرآن ہے مداحِ حضور  
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحتِ رسول اللہ کی؟



وَاللَّهُ  
عَلِيمٌ  
خَبِيرٌ

پیشِ حقِ مژدہ شفاعت کاُ سناتے جائیں گے  
آپ روتے جائیں گے، ہم کو ہنساتے جائیں گے

دل نکل جانے کی جا ہے، آہ کن آنکھوں سے وہ!  
ہم سے پیاسوں کے لیے، دریا بہاتے جائیں گے

کشتگانِ گرمی محشر کو، وہ جانِ مسیح  
آج دامن کی ہوا دے کر، جلاتے جائیں گے

گل کھلے گا آج، یہ اُن کی نسیمِ فیض سے  
نخن روتے آئیں گے ہم، مگراتے جائیں گے

ہاں چلو حسرت زدو! سُنتے ہیں وہ دن آج ہے  
تھی خبر جس کی کہ ”وہ جلوا دکھاتے جائیں گے“

کچھ خبر بھی ہے فقیرو! آج وہ دن ہے کہ وہ  
نعتِ مخلد اپنے صدقے میں لٹاتے جائیں گے

دستیں دی ہیں خدا نے، دامنِ محبوب کو  
برہم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے

لو وہ آئے مسکراتے، ہم اسیروں کی طرف!  
نثرینِ عصیاں پہ اب، بجلی گراتے جائیں گے

آنکھ کھولو غمزدو! دیکھو وہ گریاں آئے ہیں!  
لوحِ دل سے نقشِ غم کو اب مٹاتے جائیں گے

آفتابِ اُن کا ہی چمکے گا، جب اُورل کے چراغ  
مصرِ جوشیں بلا سے جھلملاتے جائیں گے

خاک ہو جائیں عدو جل کر، مگر ہم تو رضا  
موم میں جب تک موم ہے ذکر اُن کا سناتے جائیں گے





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے  
مراد دل بھی چمکا دے چمکانے والے

برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت  
بدوں پر بھی برسا وہ برسانے والے

مدینہ کے نخلے خدا تجھ کو رکھے  
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ  
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

میں مجرم ہوں آقا، مجھے ساتھ لے لو  
کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ؛  
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے!

چل اٹھ، جیہہ نرسا ہو، ساتی کے در پر  
درِ جود اے میسرے مستانے والے؛

تراکھائیں تیرے علاموں سے اُبھیں  
میں مُسکر عجب، کھانے غُرانے والے

رہے گا یونہی اُن کا چہرہ چاہے گگا  
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اَب آئی شفاعت کی ساعت، اَب آئی  
ذرا چین لے، میسرے گھبرانے والے

رضا نفس دشمن ہے، دم میں نہ آنا  
کہاں تم نے دیکھے ہیں پچندرانے والے!





وَاللَّهُ  
عَلِيمٌ

آنکھیں رورو کے سو جانے والے  
جانے والے نہیں، آنے والے

سُن نہیں اعدا، میں بگڑنے کا نہیں  
وہ سلامت ہیں بنانے والے

آنکھیں کچھ کہتی ہیں تجھ سے پیغام  
اور یار کے جانے والے!

جیتے کیا دیکھ کے ہیں اسے حورو!  
طلیبہ سے خلد میں آنے والے؟

نیم جلوے میں دو عالم گلزار  
واہ وا! رنگ جمانے والے

حُسن تیرا ما نہ دیکھا نہ سُنا  
کہتے ہیں اگلے زمانے والے

وہی دُھوم اُن کی ہے، ماشار اللہ!  
مٹ گئے آپ مٹانے والے

لپ سیراب کا صدقہ، پانی!  
اے لگی دل کی بُھانے والے!

ہو گیا دھک سے کلیجا میرا  
ہائے رُخصت کی سُنانے والے!

خلق تو کیا کہ ہیں خالق کو عزیز  
کچھ عجب بھاتے ہیں بھانے والے

کیوں رضا آج گلی سُونی ہے  
اٹھ مرے دُھوم مچانے والے!





وَاللَّيْلِ إِذَا يَأْتِي  
وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے!  
بُو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے

جگمگا اُٹھی مری گور کی خاک  
تیرے قُربان، چمکنے والے!

مہ بے داغ کے صدقے جاؤں!  
یوں دکتے ہیں دکنے والے

عرش تک پھیل ہے تابِ عارض  
کیا جھلکتے ہیں جھلکنے والے!

عاصیو! تھام لو، دامن اُن کا  
وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے!

ارے یہ جہلوہ گہ جاناں ہے  
کچھ ادب بھی ہے پھڑکنے والے!

شمع یادِ رُخ جاناں نہ بچھے!  
خاک ہو جائیں بھڑکنے والے!

موت کہتی ہے کہ ”جلوہ ہے قریب  
اک ذرا سو لیں پلکنے والے“

دل نسلگتا ہی بھلا ہے، اے ضبط!  
بچھ بھی جاتے ہیں دکھنے والے

نخل سے پھٹکے یہ کیا حال ہوا،  
آہ! اد پتے کھڑکنے والے!

کفِ دریائے کرم میں ہیں رضا  
پانچ فوارے چھلکنے والے





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے  
اندھیری رات سُنی تھی ، چوں داغ لے کے چلے

ترے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خُدا  
وہ کیا بہک سکے جو یہ سُراغ لے کے چلے

جہاں بنے گی مہبانِ چاریار کی قبر  
جو اپنے سینے میں یہ چار باغ لے کے چلے

گئے، زیارتِ در کی ، صد آہ ! واپس آئے  
نظر کے اشکِ چٹھے ، دل کا داغ لے کے چلے

رضا کسی گگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے؟  
تم اور آہ ! کہ اتنا داغ لے کے چلے !





راہ پُر خار ہے کیا ہونا ہے  
پاؤں انگار ہے کیا ہونا ہے!

تَشک ہے خون کہ دشمن ظالم  
سخت خونخوار ہے، کیا ہونا ہے!

تن کی اب کون خبر لے، ہے ہے!  
دل کا آزار ہے، کیا ہونا ہے!

چُھپ کے لوگوں سے کیے جس کے گناہ  
وہ خبردار ہے، کیا ہونا ہے!

ارے او مجرم بے پروا، دیکھ!  
سر پہ تلوار ہے، کیا ہونا ہے!

نفسِ پُر زور کا وہ زور اور دل  
زیر ہے زار ہے، کیا ہونا ہے!

کامِ زنداں کے کیے اور ہمیں  
شوقِ گلزار ہے، کیا ہونا ہے!

ہاتے سے نسیں، مسافر تیری!  
کوچ تیار ہے، کیا ہونا ہے!

دُور جانا ہے، رہا دن تھوڑا  
راہِ دُشوار ہے، کیا ہونا ہے!

گھر بھی جانا ہے مسافر کہ نہیں؟  
مت پہ کیا مار ہے، کیا ہونا ہے!

جانِ بلکان ہوتی جاتی ہے  
بار سا بار ہے! کیا ہونا ہے!





پار جانا ہے ، نہیں ملتی ناؤ  
زور پر دھا رہے ، کیا ہونا ہے !

رشتی کی ہمیں عادت اور گھر  
تیرہ وتار ہے ، کیا ہونا ہے !

اس کڑی دھوپ کو کیونکر جھیلیں ؟  
شعلہ زن تار ہے ، کیا ہونا ہے !

ہاتے بگڑی تو کہاں آکر ناؤ !  
عین منجھار ہے ، کیا ہونا ہے !

کل تو دیدار کا دن اور یہاں  
آنکھ بیکار ہے ، کیا ہونا ہے !

منہ دکھانے کا نہیں اور سحر  
عام دربار ہے ، کیا ہونا ہے !



اُن کو رحم آئے تو آئے ورنہ  
وہ کڑی مار ہے، کیا ہونا ہے!

واں نہیں بات بنانے کی مجال  
چارہ اقرار ہے، کیا ہونا ہے!

ساتھ والوں نے یہیں چھوڑ دیا!  
بے کسی یار ہے، کیا ہونا ہے!

جانے والوں پہ یہ رونا کیسا؟  
بندہ تاچار ہے، کیا ہونا ہے!

نزع میں دھیان نہ بٹ جائے کہیں  
یہ عبث پیار ہے، کیا ہونا ہے!

کیوں رضا کڑھتے ہو، ہنستے اٹھو  
جب وہ غفار ہے، کیا ہونا ہے!





ﷺ

کس کے حبلوہ کی جھلک ہے ، یہ اُجالا کیا ہے ؟  
ہر طرف دیدۂ حمیدت زدہ ، میٹھا کیا ہے ؟

ہم ہیں اُن کے ، وہ ہیں تیرے ، تو ہوئے ہم تیرے  
اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے ؟

اُن کی اُمت میں بنایا ، اُنہیں رحمت بھیجا  
یوں نہ فرما کہ "ترا رسم میں دعویٰ کیا ہے ؟"

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب  
بخش بے پوچھے ، لجاٹے کو لجانا کیا ہے ؟

بے بسی ہو جو مجھے پر سش اعمال کے وقت  
دوستو! کیا کہوں ، اس وقت تمنا کیا ہے ؟



کاش فریادِ مری سن کے یہ فرمائیں حضور  
”ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے، غوغا کیا ہے؟“

”کون آفت زدہ ہے، کس پہ بلا ٹوٹی ہے؟“  
”کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے؟“

”کس سے کہتا ہے کہ لہِ خمیر لیجے مری؟“  
”کیوں ہے بے تاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے؟“

”اُس کی بے چینی سے ہے خاطرِ اقدس پہ ملال“  
”بے کسی کیسی ہے پوچھو، کوئی گزرا کیا ہے؟“

”یوں ملائک کریں معروض کہ ”اک مجرم ہے“  
”اُس سے پرسش ہے، بتا ٹوٹے کیا، کیا کیا ہے؟“

”سامنا بہد کا ہے دستِ اعمال ہیں پیش“  
”ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے؟“





آپ سے کرتا ہے قریاد کہ یا شاہِ رسل!  
بندہ بے کس ہے شہا، حرم میں وقفہ کیا ہے؟

آپ کوئی دم میں گرفتار بلا ہوتا ہوں“  
آپ آجائیں، تو کیا خوف ہے اکھٹکا کیا ہے!

سنن کے یہ عرض مری بھر کریم جوش میں آئے  
یوں ملک کو ہو ارشاد، ٹھہرنا کیا ہے؟

کس کو تم موردِ آفات کیا چاہتے ہو؟  
ہم بھی تو آکے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے؟

ان کی آواز پہ کر اٹھوں میں بے ساختہ شور  
اور تڑپ کر یہ کہوں ”اب مجھے پروا کیا ہے!“

تو وہ آیا مرا حامی، مرا غمِ خوارِ اُمم“  
آگئی جاں، تن بے جاں میں، یہ آنا کیا ہے!

پھر مجھے دامنِ اقدس میں بچھپا لیں سرور  
اور فرمائیں ”ہٹو اس پہ تقاضا کیا ہے؟“

”بندہ آزاد شدہ ہے یہ ہمارے در کا“  
”کیا لیتے ہو حساب؟ اس پہ تمہارا کیا ہے؟“

چھوڑ کر مجھ کو فرشتے کہیں ”مکھوم ہیں ہم“  
”حکم والا کی نہ تعمیل ہو زہرہ کیا ہے؟“

یہ سماں دیکھ کے محشر میں اُٹھے شور کہ ، واہ!  
”چشمِ بددور ہو ، کیا شان ہے ، رُتبہ کیا ہے!“

صدقہِ اسِ رحم کے ، اس سایۂ دامن پہ نثار  
اپنے بندے کو مصیبت سے بچایا کیا ہے!

اے رضا جانِ عنادل ترے نعموں کے نثار  
بلبلِ باغِ مدینہ ترا کہنا کیا ہے!





سرور کہوں کہ مانک و مولیٰ کہوں تجھے  
بارغِ خلیل کا گلِ زیبہ کہوں تجھے؟

حرماں نصیب ہوں، تجھے اُمید گہ کہوں  
جانِ مراد و کانِ تمنا کہوں تجھے؟

گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں ادا کہوں  
درمانِ دردِ بلبلِ شیدا کہوں تجھے؟

صبحِ وطن پہ شامِ غریباں کو دُوں شرف  
بے کس نواز، گیسوؤں والا کہوں تجھے؟

اللہ سے تیرے جسمِ منور کی تابشیں  
اے جانِ جاں، ہیں جانِ تجلّا کہوں تجھے؟

بے داغ لالہ یا قمرِ بے کلف کہوں  
بے خار گلبنِ چمن آرا کہوں تجھے؟

مجرم ہوں اپنے عفو کا سامان کروں شہا  
یعنی شفیعِ روزِ جزا کا کہوں تجھے؟

اس مُردہ دل کو مژدہ حیاتِ ابد کا دُوں  
تاب و توانِ جانِ مسیحا کہوں تجھے؟

تیرے تو وصف، عیبِ تنہا ہی سے ہیں بری  
حیراں ہوں میرے شاہ، میں کیا کیا کہوں تجھے؟

لیکن رضا نے نغمہِ سخنِ اس پہ کر دیا  
خالق کا بندہ، خلق کا آفتا کہوں تجھے

کہہ لے گی سب کچھ اُن کے ثنا خواں کی خامشی  
پنپ ہو رہا ہے کہہ کے "میں کیا کیا کہوں تجھے؟"





وَاللَّهُ  
عَلِيمٌ  
ذَكِيمٌ

عرش کی عقل دنگ ہے ، چرخ میں آسمان ہے  
جان مراد اب کدھر ، ہاٹے ترا مکان ہے !

بزمِ شنائے زلف میں ، مہدی عروسِ فکر کو  
ساری بہارِ ہشتِ خلد ، چھوٹا سا عطر وان ہے

عرش پہ جا کے مرغِ عقل ، تنگ کے گرا ، غش آگیا  
اور ابھی منزلوں پر سے ، پہلا ہی آستان ہے

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ ، فرش میں طرفہ دھوم دھام  
کان جدھر لگائیے ، تیری ہی داستان ہے

اک ترے رخ کی روشنی ، چین ہے دو جہان کی  
انس کا انس اسی سے ہے ، جان کی وہ ہی جان ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو  
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

گود میں عالمِ شباب، حالِ شباب کچھ نہ پوچھ  
گل بن باغِ نور کی، اور ہی کچھ اٹھان ہے

تجھ سا سیاہ کار کون ہے اُن سا شفیع ہے کہاں!  
پھر وہ تجھی کو مچھول جائیں، دل یہ ترا گمان ہے!

پیشِ نظر وہ تو بہار، سجدے کو دل ہے بے قرار  
روکیے سر کو روکیے، ہاں یہی امتحان ہے

بارِ جلال اٹھا لیا، گرچہ کلیجہ شوق ہوا  
یوں تو یہ ماہِ سبزہ رنگ، نظروں میں دھان پان ہے

خوف نہ رکھ رضا ذرا، تو تو ہے عبدِ مصطفیٰ  
تیرے لیے امان ہے، تیرے لیے امان ہے





اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے  
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

بہیں وہ مٹھی نگاہ والا، خدا کی رحمت ہے جلوہ فرما  
غضب سے اُن کے خدا بچائے جلالِ باری عتاب میں ہے

جلی جلی بوسے اُس کی، پیدا ہے سوزشِ عشقِ چشمِ والا  
کباب آہو میں بھی نہ پایا، مزہ جو دل کے کباب میں ہے

انہیں کی بومایہ سخن ہے، انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے  
انہیں سے گلشن بہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

سیہ لباسانِ دارِ دنیا و سبز پوشانِ عرشِ اعلیٰ  
ہر اک ہے اُن کے کرم کا پیاسا، یہ فیض اُن کی جناب میں ہے

وہ گل ہیں لبائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے  
گلاب گلشن میں دیکھے ببل، یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے!

جلی ہے سوزِ جگر سے جان تک، ہے طالبِ جلوۂ مبارک  
دکھا دو وہ لب کہ آبِ حیواں کا لطف جن کے خطاب میں ہے

کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر، نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور  
بتا دو آکر مرے پمیب، کہ سخت مشکل جواب میں ہے

خدا کے قہار ہے غضب پر، کھلے ہیں بد کاریوں کے دفتر  
بچا لو آکر شفیعِ محشر، تمہارا بندہ عذاب میں ہے!

گناہ کی تاریکیاں یہ چھائیں، اُمتد کے کالی گھٹائیں آئیں  
خدا کے خورشید مہر فرما، کہ ذرہ بس اضطراب میں ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ، لتیم بے قدر کو نہ شرما  
تو اور رضا سے حساب لینا! رضا بھی کوئی حساب میں ہے؟





واللہ اعلم

اندھیری رات ہے غم کی گھٹا عصیاں کی کالی ہے  
دل بے کس کا اس آفت میں آقا تو ہی والی ہے

اُترتے چاند، دھلتی چاندنی، جو ہو سکے کرے  
اندھیرا پاکھ آتا ہے، یہ دو دن کی اُجالی ہے

اندھیرا گھر، اسیل جان، دم گھٹتا، دل اکتاتا  
خدا کو یاد کر پیاسے، وہ ساعت آنے والی ہے

نہ چونکا، دن ہے ڈھلنے پر، تری منزل ہوتی کھوٹی  
اے او جانے والے، نیند یہ کب کی نکالی ہے؟

رضا منزل تو جیسی ہے، وہ اک میں کیا، سبھی کو ہے  
تم اس کو روتے ہو، یہ تو کہو، یاں ہاتھ خالی ہے!



گناہگاروں کو ہاتھ سے نویدِ خوش آئی ہے  
مبارک ہو شفاعت کے لیے احمد ﷺ سا والی ہے

تضائق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے  
جو ان کی راہ میں جائے وہ جاں، اللہ والی ہے

تراقدِ مبارک گلبنِ رحمت کی ڈالی ہے  
اسے بو کر ترے رب نے، پنا رحمت کی ڈالی ہے

نہے خود گم، جو گم ہونے پر یہ ڈھونڈھے کہ کیا پایا؟  
اے جب تک کہ پانا ہے، جھجی تک ہاتھ خالی ہے

رضا قسمت ہی کھل جائے جو گیلان سے خطاب آئے  
کہ تو ادنیٰ سگِ درگاہِ ختامِ معالی ہے



سونا جنگل ، رات اندھیری ، چھائی بدلی کالی ہے  
سونے والو ، جاگتے رہیو ، چوروں کی رکھوالی ہے !

آنکھ سے کابل صاف چرا لیں ، یاں وہ چور بلا کے ہیں  
تیری گھڑی تاکی ہے ، اور ٹونے نسیند نکالی ہے ؛

سونا پاس ہے ، سونا بن ہے ، سونا زہر ہے ، اٹھ پیاسے !  
تو کہتا ہے میٹھی ٹیند ہے ، تیری مت ہی نرالی ہے !

آنکھیں ملنا ، بھنجھلا پڑنا ، لاکھوں جمانی ، انگڑانی  
نام پر اٹھنے کے لڑتا ہے ، اٹھنا بھی کچھ گالی ہے ؟

بادل گرے ، بجلی تڑپے ، دھک سے کیلجا ہو جائے  
بن میں گھٹا کی ، بھیانک صورت ، کیسی کالی کالی ہے ؟

پاؤں اٹھا اور ٹھوکر کھائی ، کچھ سنبھلا پھر اوندھے منہ  
میلنہ نے پھسلن کر دی ہے اور ڈھرتک کھائی ، نالی ہے

ساتھی ساتھی! کہہ کے پکاراں ، ساتھی ہو تو جواب آئے!  
پھر جھنجھلا کر سر سے پٹکوں ، چل رے مولی والی ہے

پھر پھر کر ہر جانب دیکھوں ، کوئی آس نہ پاس کہیں  
ہاں اک ٹولی آس نے ، ہارے جی سے رفاقت پالی ہے

تم تو چاند عرب کے ہو پیارے ، تم تو عجم کے سورج ہو  
دیکھو مجھ بے کس پر شب نے ، کیسی آفت ڈالی ہے!

وہ تو نہایت ستا سودا ، بیچ رہے ہیں جنت کا  
ہم مفاس کیا مول پوکائیں ، اپنا ہاتھ ہی نکالی ہے!

مولی تیرے عفو و کرم ہوں ، میرے گواہ صفائی کے!  
ورنہ رضا سے چور پہ تیرا ، ڈگری تو اقبالی ہے





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُنّتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رسائی ہے  
مگر اُن کی رسائی ہے، لوجب تو بن آئی ہے

نچلا ہے کہ ”رحمت نے اُمید بندھائی ہے“  
کیا بات تری مجرم، کیا بات بنائی ہے!

سب نے صفِ محشر میں، لکار دیا ہم کو  
اے بے کسوں کے آقا، اب تیری دوھائی ہے

یوں تو سب اٹھیں کا ہے، پر دل کی اگر پوچھ  
یہ ٹوٹے ہوئے دل ہی، خاص اُن کی کمائی ہے

زار گئے بھی کب کے، دن ڈھلنے پہ ہے پیارے  
اٹھ میرے اکیلے چل، کیا دیر لگائی ہے

اے دل یہ سلگنا کیا ، بھلا ہے تو جل بھی اٹھ  
دم گھٹنے لگا ظالم ، کیا دھونی رمانی ہے؟

مجرم کو نہ شرماؤ ، اجباب کفن ڈھک دو  
منہ دیکھ کے کیا ہوگا ، پردے میں بھلائی ہے

اب آپ ہی سنبھالیں تو ، کام اپنے سنبھل جائیں  
ہم نے تو کمانی سب ، کھیلوں میں گنوائی ہے

اے عشق ترے صدقے ، جلنے سے چھٹے سستے  
جو آگ بچھا دے گی ، وہ آگ لگائی ہے

طیبہ نہ سہی افضل ، مکہ ہی بڑا زاہد  
ہم عشق کے بندے ہیں ، کیوں بات بڑھائی ہے؟

مطلع میں یہ شک کیا تھا ، واللہ رضا واللہ  
صرف ان کی رسائی ہے ، صرف ان کی رسائی ہے





وَاللَّهُ  
عَلِيمٌ

نظرِ اک چمن سے دوچار ہے، نہ چمن، چمن بھی نثار ہے  
عجب اُس کے گل کی بہار ہے کہ بہارِ بلبُل زار ہے

نہ دلِ بشر ہی فگار ہے کہ ملک بھی اُس کا شکا ہے  
یہ جہاں کہ ہژدہ ہزار ہے، جسے دیکھو اُس کا ہزار ہے

نہیں سر کہ سجدہ کناں نہ ہو، نہ زباں کہ زمزمہ خواں نہ ہو  
نہ وہ دل کہ اُس پہ تپاں نہ ہو، نہ وہ سیمنہ جس کو قرار ہے

وہ ہے بھینی بھینی وہاں مہک کہ بسا ہے عرش سے فرشِ تہک  
وہ ہے پیاری پیاری وہاں چمک کہ وہاں کی شب بھی نہا ہے

کوئی اور پھول کہاں کھلے؟ نہ جگہ ہے جو ششِ حُسن سے  
نہ بہار اور پہ رُخ کرے کہ جھپک پلک کی تو خار ہے

یہ سمن، یہ سوسن و یاسمن، یہ بنفشہ، سنبل و نسترن  
گل و سرود و لالہ بھراچمن، وہی ایک جلوہ ہزار ہے

یہ صبانک، وہ کلی چنک، یہ زباں چہک، لب جو جھک  
یہ مہک جھک، یہ چک دک، سب اسی کے دم کی بہا ہے

وہی جلوہ شہر بشہر ہے، وہی اصل عالم و دہر ہے  
وہی بحر ہے، وہی لہر ہے، وہی پاٹ ہے، وہی دھا ہے

وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا، وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا  
وہ ہے جان، جان سے بقاء، وہی بن ہے، بن سے ہی با ہے

یہ ادب کہ سنبل بے نوا، کہی کھل کے کر نہ سکے نوا  
نہ صبا کو تیز روش روا، نہ چھلکتی نہروں کی دھا ہے

یہ ادب جھکا لوسر و لا کہ نہیں نام لوں گل و باغ کا  
گل تر محمد مصطفیٰ، چمن ان کا پاک دیار ہے





وہی آنکھ، اُن کا جو منہ تیکے، وہی لب کہ محو ہوں نعت کے  
وہی سر جو اُن کے لیے جھکے، وہی دل جو اُن پہ نثار ہے

وہی نذرِ شہ میں زرنکو، جو ہو اُن کے عشق میں زرد رُو  
گلِ خلد اس سے ہو رنگِ جو، یہ خزاں وہ تازہ بہا ہے

وہ اُمھیں چمک کے تجلیاں کہ مٹاویں سب کی تعلیاں  
دل و جاں کو بخشیں تسلیاں، ترانورِ بارِد و حار ہے

زُسل و نلک پہ دُرُود ہو، وہی جانے اُن کے شمار کو  
مگر ایک ایسا دکھا تو دو، جو شفیعِ روزِ شمار ہے

وہ تری تجلی دل نشیں کہ جھلک رہے ہیں فلکِ زمیں  
ترے صدقے میں مہِ مہیں! امری رات کیوں ابھی تار ہے!

گنہِ رضا کا حساب کیا! وہ اگرچہ لاکھوں سے ہیں سوا  
مگر اے عَفُو، تیرے عَفُو کا، تو حساب ہے نہ شمار ہے

وَالصَّلَاةَ  
وَالزَّكَاةَ

ایمان ہے ، قالِ مصطفائی  
قرآن ہے ، حالِ مصطفائی!

محبوب و محبت کی ، تک ہے اک  
کونین ہیں ، مالِ مصطفائی!

اللہ نہ چھوٹے ، دستِ دل سے  
دامانِ خیالِ مصطفائی!

ہیں تیکر سپرد ، سب اُمیدیں  
اے جود و نوالِ مصطفائی!

روشن کر قبر بے کسوں کی  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!





اندھیرے، بے ترے، مرا گھر  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

مجھ کو شبِ غم ڈرا رہی ہے  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

آنکھوں میں چمکے دل میں آجا!  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

چمکا دے نصیبِ بد نصیباں  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

قزاق ہیں سر پہ، راہ گم ہے  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

چھایا آنکھوں تلے اندھیرا  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

دل سرد ہے ، اپنی تو لگا دے  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

گھنگور گھٹائیں ، غم کی چھائیں  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

بھٹکا ہوں تو راستہ بتا جا!  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

فریاد! دباتی ہے سیاہی  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

میکر دلِ مُردہ کو جلا دے  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

آنکھیں تیری راہ تک رہی ہیں  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!





دُکھ میں ہیں، اندھیری رات والے  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

ہو دونوں جہاں میں مُنہ اُجالا  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

پُر نور ہے تجھ سے بزمِ عالم  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

ہم تیرہ دلوں پہ بھی کرم کر  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

بُشادِ ادھر بھی کوئی پھیرا  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!

تقدیر چمک اُٹھے رضا کی  
اے شمعِ جمالِ مصطفائی!



انبیاء کو بھی اجل آنی ہے  
مگر ایسی کہ فقط ”آنی“ ہے

پھر اسی آن کے بعد ، اُن کی حیات  
مثل سابق ، وہی جسمانی ہے

روح تو سب کی ہے زندہ ، اُن کا  
جسم پُر نور بھی رُوحانی ہے

پاؤں جس خاک پہ رکھ دیں وہ بھی  
روح ہے ، پاک ہے ، نورانی ہے

یہ ہیں حقیقی ابدی ، ان کو رضا  
صدقِ وعدہ کی قضا مانی ہے



جانِ مَسِيحِ ، اپنے مَسِيحِ کی ذات ہے  
مُردے جِلانَا اُن کے حضور ایک بات ہے

یَتَا رِیاضِ دَہرِیْنِ اُس کی ذات ہے  
بَلْبُلِیْنِ ہزار بات کی ، یہ ایک بات ہے

یہ وہ ہیں جن کا نام شَفِیْعُ الْعِصَاةِ ہے  
ہاں یہ وہی ہیں جن کا لب ، آپ حیات ہے

کیوں طَائِرَانِ قَدَسِ نہ ہوں اُس کی بَلْبُلِیْنِ  
یہ پھول ، حاصلِ حَسَنِ کائنات ہے

کیا غمِ رِضَا ، ہوں عِبْدِ خُدا ، اُمَّتِ نَبِی  
آلِ رَسُوْلِ پَرِ طَرِیْقِ نِجَاتِ ہے



شکرِ خدا کہ آج گھڑی اُس سفر کی ہے  
جس پر نثار جاں، فلاح و نطفہ کی ہے

گرمی ہے، تپ ہے، درد ہے، کلفت سفر کی ہے  
ناشکر، یہ تو دیکھ، عزیمت کدھر کی ہے؟

ہم کو تو اپنے سائے میں آرام ہی سے لائے  
جیلے بہانے والوں کو یہ راہ ڈر کی ہے

لٹتے ہیں، مارے جاتے ہیں، یوہیں سنا کیے  
ہر بار، دی وہ امن، کہ غیرتِ حضور کی ہے

۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں دوسری بار زیارتِ روضہٴ کریمِ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے مبارک موقع پر یہ نذرانہٴ محبت پیش کیا گیا۔



وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی  
پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے

ماہِ مدینہ اپنی تجستی عطا کرے!  
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دوپہر کی ہے

”تورِ آلہ“ کیا ہے؟ محبتِ حبیب کی  
جس دل میں یہ نہ ہو، وہ جگہ شوک و خمر کی ہے

بے اُن کے واسطے کے، خدا کچھ عطا کرے  
حاشا، غلط غلط، یہ ہوس بے بصر کی ہے

اُن پر دُرود جن کو حجر تک کریں سلام  
اُن پر سلام جن کو تہیت شجر کی ہے

اُن پر دُرود جن کو کس بے کساں کہیں  
اُن پر سلام جن کو خیر بے خیر کی ہے

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں ، السلام  
یہ بارگاہ مالک جن و بشر کی ہے

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں ، السلام  
خوبی اُنھیں کی جوت سے ، شمس و قمر کی ہے

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں ، السلام  
تملیک اُنھیں کے نام تو ، ہر بحر و بر کی ہے

سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں ، السلام  
کلمے سے تر زبان ، درخت و حجر کی ہے

شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں ، السلام  
راحت اُنھیں کے قدموں میں ، شوریدہ سر کی ہے

نختہ جگر سلام کو حاضر ہیں ، السلام  
مرہم یہیں کی خاک تو ، نختہ جگر کی ہے





سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں ، السلام  
یہ جلوہ گاہ ، مالک ہر خشک و تر کی ہے

سب کتر و فر سلام کو حاضر ہیں ، السلام  
ٹوپی یہیں تو خاک پہ ، ہر کتر و فر کی ہے

اہل نظر سلام کو حاضر ہیں ، السلام  
یہ گرد ہی تو سُرمہ ، سب اہل نظر کی ہے

یہ پیاری پیاری کیاری ، ترے خانہ باغ کی!  
سرد اس کی آب و تاب سے ، آتش سقر کی ہے

جنت میں آکے ، نار میں جاتا نہیں کوئی  
شکرِ خدا ، نویدِ نجات و ظفر کی ہے

آکچھ سُنائے عشق کے بولوں میں اے رضا  
مشاق طبع ، لذتِ سوزِ جگر کی ہے



بھینی سہانی صبح میں ، ٹھنڈک جگر کی ہے  
کلیاں کھلیں دلوں کی ، ہوا یہ کدھر کی ہے ؟

کھتی ہوئی نظر میں ، ادا کس سحر کی ہے ؟  
چھتی ہوئی جگر میں ، صدا کس گجر کی ہے ؟

ڈالیں ہری ہری ہیں ، تو بالیں بھری بھری  
کشتِ امل پری ہے ، یہ بارش کدھر کی ہے ؟

ہم جائیں اور قدم سے لپٹ کر ، حرم کہے  
ٹونپا خدا کو یہ عظمت کس سفر کی ہے ؟

۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں دوسری بار حاضری دربار رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وسلم کے مبارک موقع پر یہ نذرانہ محبت پیش کیا گیا۔



ہم گرد کعبہ پھرتے تھے کل تک اور آج وہ  
ہم پر نثار ہے ، یہ ارادت کدھر کی ہے ؟

کالک جبیں کی سجدہ در سے چھڑاؤ گے ؟  
”مجھ کو بھی لے چلو“ ، یہ تمنا حجر کی ہے

ڈوبا ہوا ہے شوق میں زمزم اور آنکھ سے  
جھالے برس رہے ہیں ، یہ حسرت کدھر کی ہے ؟

ہاں ہاں رہ مدینہ ہے ، غافل ! ذرا تو جاگ  
او پاؤں رکھنے والے ! یہ جا چشم و سر کی ہے !

واروں قدم قدم پہ ، کہ ہر دم ہے جانِ نو  
یہ راہِ جاں فزا ، مرے مولے کے در کی ہے

گھڑیاں گنی ہیں برسوں ، کہ یہ شب گھڑی پھری  
مَر مَر کے پھر یہ سل ، مرے سینہ سے سر کی ہے

اللہ اکبر! اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک!  
حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے

معراج کا سماں ہے، کہاں پہنچے زائر وہ؟  
کُرسی سے اونچی کُرسی، اُسی پاک گھر کی ہے

یہ گھر، یہ در ہے اُس کا جو گھر در سے پاک ہے  
مژدہ ہو بے گھر و! کہ صلا اچھے گھر کی ہے

چھائے ملائکہ ہیں، لگاتار ہے درود  
بدلے ہیں پہرے بدلی ہیں، بارشِ دُرُز کی ہے

ماؤِ ثما تو کی کہ خلیلِ جلیل کو  
کل دیکھنا کہ اُن سے تمنا نظر کی ہے!

اپنا شرف دُعا سے ہے، باقی رہا قبول  
یہ جانیں، اُن کے ہاتھ میں کنجی اثر کی ہے





عنبر زمیں ، عبیر ہوا ، مشک تر غبار  
ادنیٰ سی یہ شناخت ، تری رہگزر کی ہے

سرکار ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں!  
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

مانگیں گے ، مانگے جائیں گے ، مُنہ مانگی پائیں گے  
سرکار میں نہ ”لا“ ہے ، نہ حاجت ”اگر“ کی ہے

اُف بے حیائیاں کہ یہ مُنہ اور ترے حضور!  
ہاں تو کریم ہے ، تری نحو درگزر کی ہے

تجھ سے چھپاؤں مُنہ ، تو کروں کس کے سامنے؟  
کیا اور بھی کسی سے ، توقع نظر کی ہے؟

چاؤں کہاں؟ پکاروں کے؟ کس کا منہ شکوں؟  
کیا پرسش اور جا بھی ، سگ بے ہنر کی ہے؟

لب واپس، آنکھیں بند ہیں، پھیلی ہیں جھولیاں  
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے!

گھیرا اندھیروں نے، دوہائی ہے چاند کی!  
تہا ہوں، کالی رات ہے، منزل خطر کی ہے

قسمت میں لاکھ تیج ہوں، سوہیل، ہزار کج  
یہ ساری گنتی، اک تری سیدھی نظر کی ہے

ایسی بندھی، نصیب کھلے، مشکلیں کھلیں  
دونوں جہاں میں دھوم، تمہاری کمر کی ہے

جنت نہ دیں، نہ دیں تری رویت ہو خیر سے  
اس گل کے آگے، کس کو ہوس، برگ و برگ کی ہے؟

شریت نہ دیں، نہ دیں، تو کرے بات نطف سے  
یہ شہد ہو تو پھر، کسے پروا شکر کی ہے؟





زمین و زماں تمہارے لیے، مکین و مکاں تمہارے لیے  
چنیں و چناں تمہارے لیے، بنے دو جہاں تمہارے لیے

دہن میں زباں تمہارے لیے، بدن میں ہے جاں تمہارے لیے  
ہم آتے یہاں تمہارے لیے، اُنٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے

فرشتے خدم، رسولِ حشم، تمام اُمم، غلامِ کرم  
وجودِ عدم، حُوث و قدم، جہاں میں عیاں تمہارے لیے

اصالتِ کُل، امامتِ کُل، سیادتِ کُل، امارتِ کُل  
حکومتِ کُل، ولایتِ کُل، خدا کے یہاں تمہارے لیے

تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھمک، تمہاری ہمک  
زمین و فلک، سماک و سمک میں سکتے نشاں تمہارے لیے

وہ کتزنہاں، یہ ٹورفتاں، وہ کن سے عیاں یہ بزم نکاں  
یہ بہر تن و جاں، یہ باغ جناں، یہ سارا سماں تمہارے لیے

ظہو نہاں، قیام جہاں، رکوع بہاں، سجود شہاں  
نیازیں یہاں، نمازیں وہاں، یہ کس کے لیے بہاں، تمہارے لیے

یہ شمس و قمر، یہ شام و سحر، یہ برگ و شجر، یہ باغ و ثمر  
یہ تیغ و سپر، یہ تاج و کمر، یہ حکم رواں تمہارے لیے

یہ فیض دیتے، وہ بخود کتے، کہ نام لیے، زمانہ بتے  
جہاں نئے لیے، تمہارے دیتے، یہ اکرمیاں تمہارے لیے

سحابِ کرم، روانہ کتے، کہ آبِ نعم زمانہ پتے  
جو رکھتے تھے ہم، وہ چاک سیئے، یہ شربداں تمہارے لیے

نہ جن و بشر کہ آٹھ پہر، ملائکہ در پہ بستہ کمر  
نہ جیبہ و سمر کہ قلب و جگر، ہیں سجدہ کناں تمہارے لیے





نہ رُوح امیں، نہ عرش پریں، نہ لوح میں، کوئی بھی کہیں  
خبر ہی نہیں، جو مزیں کھلیں، ازل کی نہاں تمہارے لیے

جناں میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھبن، پھبن میں دلہن  
سزائے سخن پہ ایسے منن، یہ امن و اماں تمہارے لیے

یہ طور کجا، سپہر تو کیا، کہ عرشِ عطا بھی دُور رہا  
جہت سے ورا، وصال ملا، یہ رفعتِ ثناں تمہارے لیے

یہ مرتیں کہ کچی متیں، نچھوڑیں لتیں، نہ اپنی گتیں  
قصور کریں اور اُن سے بھریں، قصورِ جناں تمہارے لیے

فنا بدرت، بقا ببرت، زہر دو جہت، بگرہ دسرت  
ہے مرکزیت تمہاری صفت، کہ دونوں کماں تمہارے لیے

صبا دہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے کہ دن ہوں پھلے  
لوا کے تلے ثنا میں کھلے، رضا کی زباں تمہارے لیے

جب وہ طلعت ہی جلوہ گر نہ ہوئی  
ہم تو جانیں کبھی سحر نہ ہوئی

ہم تو زنجیت سے پہلے مر چکتے  
کیا کریں موت، راہبر نہ ہوئی

اُن کے تر دامنوں پہ آنچ آئے  
تپ فرقت ہوئی، سقر نہ ہوئی

چین اور وہ بھی اُن کے سایہ کا!  
ہائے ظالم تری بسر نہ ہوئی!

لے رضاتافلہ چلا حج کا  
پھر نہ کہنا، ہمیں خبر نہ ہوئی!





قرنیات از تصانیف جنوراقدس پروردگار قیود و کعبه ادا نام از سر تا پای تمام

مغز اهل

فصاحت حق از خزان پر غیب آید	یعنی سحر آید مدینه کی قریب آید
باده پر خلطه تری سالی نه ناما بکنم	جذبه الحف سر با حال عجیب آید
سینه ده بد بخت جو کمر سے لہروں کا	روضہ پاک تک نیک نصیر آید
اسر مانی اعلیٰ مدینہ جو سے اینی کو	واہ بیباک پاس آید چاہیے
صبر ممکن نہیں ایک جہد لرز سے	غیب سے شوق زیارت خطیب آید

شکرینق کیا ہونہ ۱۹۱۱ - جیسے سیر مدینہ

تا در روضہ مدینہ پر غیب آید

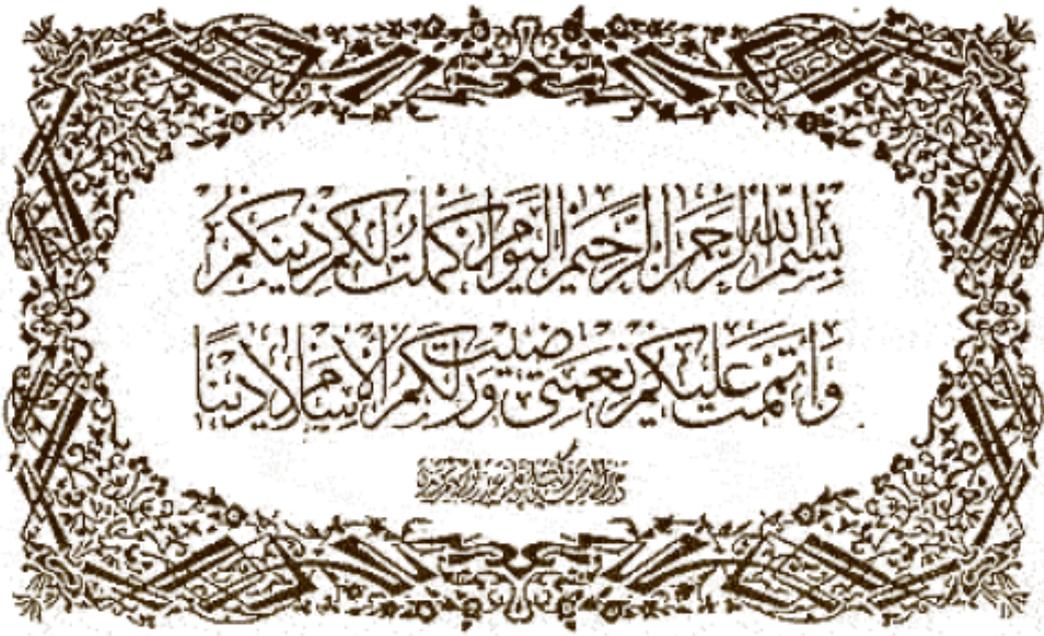
نمونہ تحریر حضرت رضا بریلوی

بشکریہ پروفیسر محمود حسین بریلوی

شعبہ عربی، بریلی کالج، بریلی









اِنْتِخَاب

# تَعْدِيَةِ قَضَائِهِ

حَسَّانُ الْعَصْرِ حَضْرَتِ رَضَا بَرِيْلَوِي



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
وَالَّذِي يُضَوِّبُ الْمَوْتِ  
وَالَّذِي يُضَوِّبُ الْمَوْتِ  
وَالَّذِي يُضَوِّبُ الْمَوْتِ





## قصیدۂ نورِیہ

صبحِ طیبہ میں ہوتی، بٹتا ہے باڑا نور کا  
صدقہ لینے نور کا، آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا، پھول پھولا نور کا  
مست بو، ہیں بلبلیں، پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

تیکر ہی ماتھے رہا اے جان! سہرا نور کا  
بخت جاگا نور کا، چمکا ستارا نور کا

میں گدا، تو بادشاہ، بھر دے پیالا نور کا!  
نور دن دونا ترا! دے ڈال صدقا نور کا!

تیرے ہی جانب ہے پانچوں وقت سجدہ نُور کا  
رُخ ہے قبلہ نُور کا، اُبرو ہے کعبہ نُور کا

پُشت پر ڈھلکا، سرِ انور سے شملہ نُور کا  
دیکھیں موسیٰ طُور سے، اُترا صحیفہ نُور کا

تاج ولے دیکھ کر، تیرا عمامہ نُور کا  
سر جھکاتے ہیں، "الہی بول بالا نُور کا!"

ہدایتِ عارض سے، تھرتاتا ہے شعلہ نُور کا  
کھش پا پر گر کے، بن جاتا ہے گچھا نُور کا

شمعِ دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاہہ نُور کا  
تیری صورت کے لیے آیا ہے سُورا نُور کا

میل سے کس درجہ سُخرا ہے وہ پُستلا نُور کا؟  
ہے گلے میں آج تک، کورا ہی کرتا نُور کا





تیرے آگے خاک پر ، جھکتا ہے ماتھا نُور کا  
نور نے پایا ترے سجدے سے ، یسا نُور کا

تو ہے سایہ نُور کا ، ہر عضو ٹکڑا نُور کا  
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے ، نہ سایا نُور کا

وصفِ رُخ میں گاتی ہیں ، حُوریں ترانہ نُور کا  
قُدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نُور کا!

صبح کر دی کُفسر کی ، سچا تھا مژدہ نُور کا  
شام ہی سے تھا ، شبِ تیسرہ کو ، دھڑکا نُور کا

ناریوں کا دور تھا ، دل جل رہا تھا توُر کا  
تم کو دیکھا ، ہو گیا ، ٹھنڈا کلیجا نُور کا

جو گدا دیکھو ، لیے جاتا ہے توڑا نُور کا  
نور کی سرکار ہے ، کیا اس میں توڑا نُور کا!

تیری نسل پاک میں، ہے بچہ بچہ نور کا  
تو ہے عین نور، تیرا سب گھرانہ نور کا

نور کی سرکار سے، پایا دوشالہ نور کا  
ہو مبارک، تم کو ذوالنورین، جوڑا نور کا!

کس کے پرے نے کیا، آئینہ اندھا نور کا؟  
مانگتا پھرتا ہے آنکھیں، ہر نگینا نور کا

قبر انور کہیے یا قصرِ معلیٰ نور کا  
چرخِ اطلس، یا کوئی سادہ سا ثبّا نور کا

آنکھ مل سکتی نہیں، در پر ہے پہرہ نور کا  
تاب ہے! بے حکم پر ماسے، پرندہ نور کا!

نزع میں، لوٹے گا، خاکِ در پہ، شیدا نور کا  
مر کے اوڑھے گی، عروسِ جاں، دوپٹا نور کا





سبزۂ گردوں جھکا تھا، بہرِ پا بوسِ براق  
پھر نہ سیدھا ہوسکا، کھایا وہ کوڑا نور کا

تابِ سُم سے چونڈھیا کر، چاند اُٹھیں قدموں پھرا  
ہنس کے بجلی نے کہا، ”دیکھا چھلاوا نور کا؟“

دید نقشِ سُم کو نکلی، سات پردوں سے نگاہ  
پتلیاں بولیں، ”چلو، آیا تماشا نور کا!“

عکسِ سُم نے، چاند سورج کو لگائے چار چاند  
پڑ گیا، سیم وزرِ گردوں پہ، سگا نور کا

چاند جھک جاتا، جدھر اُنکلی اُٹھاتے، مہد میں  
کیا ہی چلتا تھا، اشاروں پر، کھلونا نور کا!

اے رضا یہ احمدِ نوری کا فیضِ نور ہے  
ہو گئی میری غزل، بڑھ کر قصیداً نور کا



## قصیدہ صلواتیہ

کعبے کے بدرالدجے ، تم پہ کروروں درود  
طیبہ کے شمسِ افضیٰ ، تم پہ کروروں درود!

جان و دل اصفیا ، تم پہ کروروں درود  
آب و گلِ انبیا ، تم پہ کروروں درود!

اور کوئی غیب کیا ، تم سے نہاں ہو بھلا  
جب نہ خدا ہی چھپا ، تم پہ کروروں درود!

دل کرو ٹھنڈا مرا ، وہ کفِ پا چاند سا  
سینہ پہ رکھ دو ذرا ، تم پہ کروروں درود!





تم سے جہاں کی حیات ، تم سے جہاں کاشیات  
اصل سے ہے ظل بندھا ، تم پہ کڑروں دُرود!

وہ شب معراج راج ، وہ صفِ محشر کا تاج  
کوئی بھی ایسا ہوا ؛ تم پہ کڑروں دُرود!

گرچہ ہیں بے حد قصور ، تم ہو عفو و غفور  
بخش دو جسم و خطا ، تم پہ کڑروں دُرود!

مہرِ خدا نور نور ، دل ہے سیہ ، دن ہے دُور  
شب میں کرو چاندنا ، تم پہ کڑروں دُرود!

چھینٹ تمہاری سحر ، چھوٹ تمہاری قمر  
دل میں رچا دو ضیا ، تم پہ کڑروں دُرود!

بے ہنر و بے تمیز ، کس کو ہوئے ہیں عزیز؟  
ایک تمہارے سوا ، تم پہ کڑروں دُرود!

آس ہے کوئی نہ پاس ، ایک تمہاری ہے آس  
بس ہے یہی آسرا ، تم پہ کروں درود !

تم ہو شفاۓ مرض ، خلقِ خدا ، خود غرض  
خلق کی حاجت بھی کیا ، تم پہ کروں درود !

آہ وہ راہِ صراط ، بندوں کی کتنی بساط !  
المدائے رہنما ! تم پہ کروں درود

سینہ کہ ہے داغ داغ ، کہہ دو، کرے باغ باغ  
طیبہ سے آکر صبا ، تم پہ کروں درود

تم نے برنگِ فلق ، جیب جہاں کر کے شوق  
نور کا تڑکا کیا ، تم پہ کروں درود !

نوبتِ درہیں فلک ، خادمِ درہیں ملک  
تم ہو جہاں بادشاہ ، تم پہ کروں درود !





خلق تمہاری جمیل ، خلق تمہارا جلیل  
خلق تمہاری گدا ، تم پہ کڑوروں دُرود!

طیبہ کے ماہِ تمام ، جملہ رُسل کے امام  
نوشہ ملکِ خدا ، تم پہ کڑوروں دُرود!

تم سے جہاں کا نظام ، تم پہ کڑوروں سلام!  
تم پہ کڑوروں ثنا ، تم پہ کڑوروں دُرود!

تم ہو جوّاد و کریم ، تم ہو رُوفِ رَحیم  
بھیک ہو داتا عطا ، تم پہ کڑوروں دُرود!

خلق کے حاکم ہو تم ، رزق کے قاسم ہو تم  
تم سے بلا جو بلا ، تم پہ کڑوروں دُرود!

نافع و دافع ہو تم ، شافع و رافع ہو تم  
تم سے بس افزوں خدا ، تم پہ کڑوروں دُرود!

شافی و تافی ہو تم ، کافی و وافی ہو تم  
درد کو کر دو دوا ، تم پہ کر دوں درود!

جائیں نہ جب تک غلام ، خلد ہے سب پر حرام  
ٹمک تو ہے آپ کا ، تم پہ کر دوں درود!

برسے کرم کی بھرن ، پھولیں نغم کے چمن  
ایسی چلا دو ہوا ، تم پہ کر دوں درود!

ایک طرف اعدائے دیں ، ایک طرف حاسدیں  
بندہ ہے تنہا شہا ، تم پہ کر دوں درود!

کیوں کہوں بیکس ہوں میں ، کیوں کہوں بس ہوں میں!  
تم ہو ، میں تم پر خدا ، تم پہ کر دوں درود!

ایسوں کو نعمت کھلاؤ ، دودھ کے شربت پلاؤ  
ایسوں کو ایسی غذا ، تم پہ کر دوں درود!





گرنے کو ہوں ، روک لو ، غوطہ لگے ، ہاتھ دو  
ایسوں پر ایسی عطا ، تم پہ کڑروں دُرود!

کر کے تمہارے گناہ ، مانگیں تمہاری پناہ  
تم کہو ”دامن میں آ!“ تم پہ کڑروں دُرود!

ہم نے خطا میں نہ کی ، تم نے عطا میں نہ کی  
کوئی کمی سرور! تم پہ کڑروں دُرود!

کام غضب کے کئے ، اس پہ ہے سرکار سے  
بندوں کو چشمِ رضا ، تم پہ کڑروں دُرود!

آنکھ عطا کیجئے ، اس میں ضیا دیجئے  
جلوہ قریب آگیا ، تم پہ کڑروں دُرود!

کام وہ لے لیجئے ، تم کو جو راضی کرے  
ٹھیک ہو ، نامِ رضا ، تم پہ کڑروں دُرود!



# قصیدہ سلامیہ

مصطفیٰ، جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام  
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام!

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود  
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام!

شہرِ یارِ ارم، تاجدارِ حرم  
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام!

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود  
فرش کی طیب و نزهت پہ لاکھوں سلام!





عرشِ تافرش ہے جس کے زیرِ نگیں  
اُس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام!

مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں دُرود  
مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام!

جس کے جلوے سے مُر جھائی کلیاں کھلیں  
اُس گلِ پاکِ مَنُوبت پہ لاکھوں سلام!

جس کے آگے سِرِ سرواں خم رہیں  
اُس سِرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام!

لختِ لختِ دل ، ہر جگر چاک سے  
شانہ کرنے کی حالت پہ لاکھوں سلام!

دُور و نزدیک کے سُننے والے وہ کان  
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام!

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ بھکی  
اُن بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام!

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا  
اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام!

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود  
اوپنی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام!

جن کے آگے چراغِ قمر جھلملائے  
اُن عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام!

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے  
اُس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام!

چاند سے مُنہ پہ تاباں ، درخشاں درود  
نمک آگیاں صباحت پہ لاکھوں سلام!





خط کی گردِ دہن ، وہ دل آرا پھین !  
سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام !

ریشِ خوش معتدل ، مرہمِ ریشِ دل  
ہالۂ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام !

پتی پتی گلیِ قدس کی پستیاں  
اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام !

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا  
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام !

جس کے پانی سے شاداب ، جان و جناں  
اُس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام !

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں  
اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام !

اُس کی پیاری فصاحت پہ بے حد دُرود  
اُس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام!

وہ دُعا جس کا جو بن بہارِ قُبُول  
اُس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام!

جن کی تسکین سے روتے ہوئے، منس پڑیں  
اُس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام!

جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں  
اُس گلے کی نصارت پہ لاکھوں سلام!

دوش بردوش ہے جن سے شانِ شرف  
ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام!

حجرِ اسود، کعبۂ حبان و دل  
یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام!





ہاتھ جس سمت اٹھا ، سختی کر دیا  
موج بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام!

جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں  
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام!

نور کے چٹھے لہرائیں دریا بہیں  
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام!

دل سمجھ سے درا ہے ، مگر یوں کہوں  
غنجِ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام!

نکل جہاں بکٹ اور جو کی روٹی غذا  
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

جو کہ عزمِ شفاوت پہ کھینچ کر بندھی  
اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام!



انبیاءؑ تہہ کریں زانو اُن کے حضور  
زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام!

کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم  
اُس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام!

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند  
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام!

اللہ اللہ وہ بچنے کی مہسین  
اس خدا بھائی صورت پہ لاکھوں سلام

اُٹھتے بوٹوں کے نشوونما پر دُرود  
کھلتے نغیچوں کی نکہت پہ لاکھوں سلام!

بے بناوٹ ادا پر ہزاروں دُرود  
بے تکلف ملاحظت پہ لاکھوں سلام





بھینی بھینی ہیک پر مہکتی دُرود  
پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام!

بھٹی بھٹی عبارت پہ شیریں دُرود  
اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام!

سیدھی سیدھی روش پہ کروڑوں دُرود  
سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام!

روزِ گرم و شبِ تیسرے و تار ہیں  
کوہ و صحرا کی خلوت پہ لاکھوں سلام!

نخدہ صبحِ عشرت پہ نوری دُرود  
گریہ ابرِ رحمت پہ لاکھوں سلام!

نرمی ٹوٹے لینت پہ دائم دُرود  
گرمی شانِ سطوت پہ لاکھوں سلام!

جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گئیں  
اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام!

شورِ یکتا سے مہتر تھرائی زمین  
جُبُشِ جیشِ نصرت پہ لاکھوں سلام!

اُن کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود  
اُن کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام!

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کر دروں درود  
اُن کے اصحاب و عمرت پہ لاکھوں سلام!

پارہائے صحف، نغینہائے قدس  
اہل بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام!

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں، ہاں رضا!  
”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام!“





وَاللَّهُ  
عَلِيمٌ  
غَدِيرٌ

## قصیدہ بہاریہ

(آمد بہار ماہِ ربیع الاول)

اودی اودی بدلیاں گھرنے لگیں  
ننھی ننھی بوندیاں برسا چلیں

ندیاں پھر آنکھیں دکھلانے لگیں  
چھوٹی چھوٹی جھیلیں پھر لہرا چلیں

جھومتی آئیں نسیمیں ، نرم نرم  
پتلی پتلی ڈالیاں لچکا چلیں

دل کھلے ، کانوں میں رس پڑنے لگے  
خوشنوا چڑیاں ترانے گا چلیں



تانوں کی بینوں میں پھر لہرا بجا  
گیسوؤں کی ناگنیں لہرا چلیں

باغِ دل میں وجد کے جھولے پڑے  
آرزوئیں پھر ملازیم گا چلیں

سُرخ ، سبز ، اودی ، سنہری بدلیاں  
دن ڈھلے ، کیا پنجریاں رنگوا چلیں !

پھر نظر میں گدگدی ہونے لگی  
دھانی دھانی بوٹیاں پھٹکا چلیں

لہلہانا ، کھلکھلانا ، واہ واہ !  
پتیاں ، کلیاں ، قیامت ڈھا چلیں

اُڑی ، گر جیں ، چمکیں ، کالی بدلیاں  
بالوں نادانوں کا دل دھڑکا چلیں





پھر اٹھا پودوں کے جوین میں اُجھار  
ننھی ننھی کوپلیں جریا چلیں

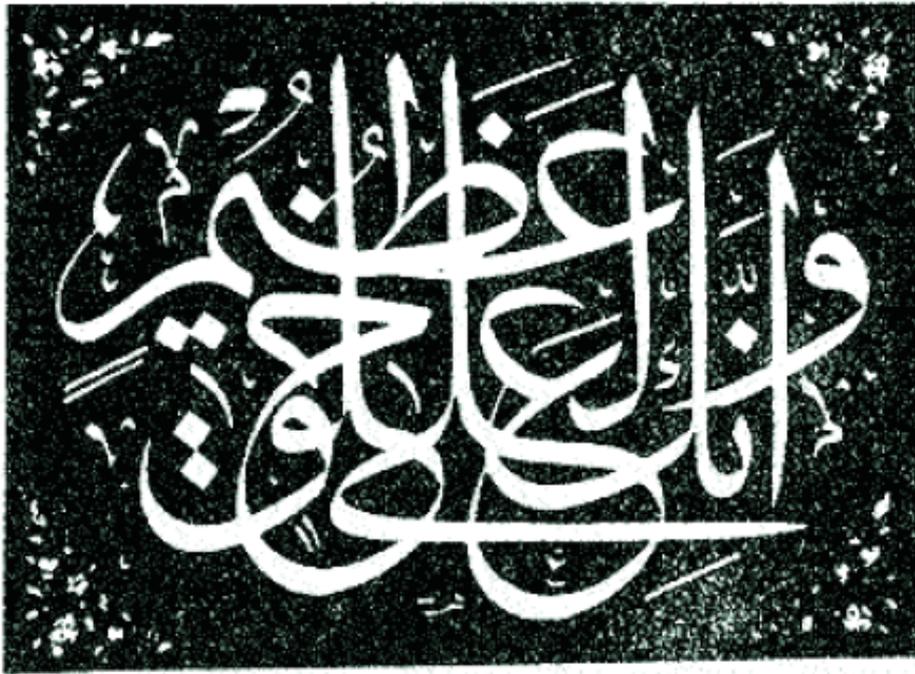
مور کو کے سینہ پرداغ کے  
یاد گیسو کی گھٹائیں آ چلیں

خوب برسیں ، خوب برسیں ، کھل گئیں  
کھل کے پھر کچھ دیر میں گرما چلیں

ڈیرے ، جھیلیں ، تال ، نہریں ، ندیاں  
کچھ کمر تک ، کچھ گلے تک آچلیں

پھول ہکے ، غنچے چکے ، گل کھلے  
نو بہاریں جا بجا اٹھلا چلیں

بحرے چھوٹے ، کشتیاں پڑنے لگیں  
نہریں ، لہروں کے مزے دکھلا چلیں





## قصیدہ معراجیہ

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے  
نئے نرالے، طرب کے سماں، عرب کے بہان کے لیے تھے

بہار ہے، شاویاں مبارک! چمن کو آبادیاں مبارک!  
ملک فلک اپنی اپنی لے میں، یہ گھر عنادل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر، یہاں زمیں میں رچی تھی شادی، مچی تھیں ڈھویں  
ادھر سے انوار ہنستے آتے، ادھر سے نجات اُٹھ رہے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی اُن کے رُخ کی کہ چاندنی عرش تک تھی چھٹکی  
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی! جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نئی دُہن کی پھبن میں کعبہ، نکھر کے سنورا، سنور کے نکھرا  
جگر کے صدقے، کمر کے اک تیل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

نظر میں دو لہا کے پیارے جلوے، حیا سے محراب سر جھکائے  
سیاہ پردے کے مُنہ پہ آنچل، تجلی ذاتِ بحت سے تھے

خوشی کے بادل اُمنڈ کے آئے، دلوں کے طاؤس رنگ لائے  
وہ نعمتِ نعت کا سماں تھا، حرم کو خود وجد آرہے تھے

یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر  
پھوار برسی تو موتی جھڑ کر، حطیم کی گود میں بھرے تھے

دُہن کی خوشبو سے مست کپڑے، نسیم گستاخ آنچلوں سے  
غلافِ مشکیں جو اُڑ رہا تھا، غزال نافے بسا رہے تھے

پہاڑیوں کا وہ حُسن تزیں، وہ اونچی چوٹی، وہ ناز و تمکین!  
صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں، دُپٹے دھانی پُنے ہوئے تھے





نہا کے نہروں نے وہ چمکتا، لباسِ آبِ رواں کا پہنا  
کہ موجیں چھڑیاں تھیں، دھار لچکا نخبابِ تاباں کے تھل ٹھکے تھے

پُرانا پرداغِ ملگیا تھا، اٹھا دیا فرشِ چاندنی کا  
ہجومِ تارِ نگہ سے کوسوں، قدم قدم فرشِ باد لے تھے

غبارِ بن کر نثارِ جاہیں، کہاں اب اُس رہ گزر کو پائیں؟  
ہمارے دل، حوریوں کی آنکھیں، فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

خدا ہی دے صبرِ جان پر غم، دکھاؤں کیوں کر۔ تجھے وہ عالم  
جب اُن کو جھرمٹ میں لے کے قدسیٰ جنان کا ڈولہا بنا ہے تھے

اُتار کر اُن کے رُخ کا صدقہ، یہ تُوڑ کا بیٹ رہا تھا باڑا  
کہ چاند سورجِ مچل مچل کر، جیسے کی شیرات مانگتے تھے

وہی تو اب تک پھلک رہا ہے، وہی تو جو بن ٹپک رہا ہے  
نہانے میں جو گرا تھا پانی، کٹوے تاروں نے بھر لیے تھے

بچا جو تلوں کا اُن کے دھوُن، بنا وہ جنت کا رنگِ روغن  
جنھوں نے دوہا کی پائی اُترن، وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رُت سہانی گھڑی پھرے گی  
وہاں کی پوشاک زیب تن کی، یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

تجلی حق کا سہرا سر پہ، صلاۃ و تسلیم کی نچھاور  
دورویہ قدسی پرے جما کر، کھڑے سلامی کے واسطے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشنِ لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن  
مگر کریں کیا نصیب میں تو، یہ نامرادی کے دن لکھے تھے!

ابھی نہ آئے تھے پشتِ زین تک، کہ سر ہونی مغفرت کی شنگ  
صدا شفاعت نے دی، مبارک! گناہِ ستانہ جھومتے تھے

عجب نہ تھارخس کا چمکنا، غزالِ رم خوردہ سا بھڑکنا  
شعاعیں بکے اڑا رہی تھیں، تڑپتے آنکھوں پہ صاعقے تھے





”نجوم اُمید ہے گھاؤ ، مرادیں دے کر اُمخیں ہٹاؤ“  
اُدب کی باگیں لیے بڑھاؤ ، ملائکہ میں یہ غلغلے تھے

اُٹھی جو گردِ رہِ منور ، وہ نورِ برسا کہ راستے بھر  
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل ، اُمند کے جنگل اُبل چلے تھے

سُم کیا کہی مت کئی تھی قسودہ خاک اُن کی رہ گزر کی  
اُٹھانہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ سب دیکھتا مٹے تھے

بُراق کے نقشِ سُم کے صدقے ، وہ گل کھلاتے کہ سارے رستے  
ہکتے گلبن ، ہکتے گلشن ، ہرے بھرے اہلہا ہے تھے

نازاقصیٰ میں تھا یہی سِر ، عیاں ہوں معنی اول آخر  
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر ، جو سلطنت آگے کر گئے تھے

یہ اُن کی آمد کا دبدبہ تھا ، نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا  
نجوم و افلاک ، جام وینا ، اُجالتے تھے ، کھنگالتے تھے

نقاب اُٹے وہ ہمدانور، جلالِ رخسار گرمیوں پر  
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی، تپکتے انجم کے آبلے تھے

یہ جوشِ نور کا اثر تھا کہ آبِ گوہر کمر کمر تھا  
صفائے رہ سے پھیل پھیل کر، تارے قدموں پہ لوٹتے تھے

بڑھا یہ لہرا کے بحرِ وحدت کہ دُھل گیا نام ریگ کثرت  
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت، یہ عرش و کرسی دو بلبے تھے

وہ ظلِ رحمت، وہ رُخ کے جلوئے، کہ تارے چھپتے، نہ کھلنے پاتے  
سنہری زربفت، اودی اُلس، یہ تھاں سب دھوپ چھاؤں کے تھے

چلا وہ سرِ چھاں خراماں، نہ رُک سکا سُدہ سے بھی داماں  
پلک جھپکتی رہی، وہ کبکے، سب این و آل سے گزر چکے تھے

جھلک سی اک تُو سیوں پر آئی، ہوا بھی دامن کی پھرتی پائی  
سواری دُولہا کی دُور پنچی، برات میں ہوش ہی کسے تھے



تھکے تھے رُوحِ الایس کے بازو، چُٹا وہ دامن، کہاں وہ پہلو  
رکاب چھوٹی، اُمید ٹوٹی، نگاہِ حسرت کے دلو لے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا، دماغ سے اک بھوکا پھوٹا  
خرد کے جنگل میں پھول چمکا، دہر دہر پیڑ جل رہے تھے

جلو میں جو مرغِ عقل اُٹے تھے، عجب بُے حالوں گرتے پڑتے  
وہ سدہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم، تیور آگئے تھے

قوی تھے مرغانِ دم کے پر، اُٹے تو اُٹنے کو، اور دم بھر  
اٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خونِ اندیشہ تھوکتے تھے

سنا یہ اتنے میں، عرشِ حق نے کہ ”لے مبارک ہوں تاج والے“  
وہی قدمِ خمیسہ پھر آئے جو پہلے تاجِ شرف ترے تھے“

یہ سن کے بے خود نپکار اٹھا، ”نثار جاؤں، کہاں ہیں آقا؟“  
”پھر ان کے تلوں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے“

جھکا تھا مجھے کو عرشِ اعلیٰ، کھڑے تھے سجدہ میں بزمِ بالا  
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گردِ قربان ہو رہے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھللائیں  
حضورِ خورشید کیا چمکتے، چراغِ منہ اپنا دیکھتے تھے

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت، خبر یہ لایا کہ "چلیے حضرت!  
تمہاری خاطر کشادہ ہیں، جو کلیم پر بسد راستے تھے"

بڑھ اے محمد! "قریب ہو احمد!" "قریب آ، سرورِ محبت!  
نثار جاؤں، یہ کیا ندا تھی، یہ کیا سماں تھا، یہ کیا مزے تھے!

تبارک اللہ! شانِ تیری، تجھی کو زریبا ہے بے نیازی  
کہیں تو وہ جوشِ لہنِ ترانی، کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکالے، گمان سے گزیرے گزرنے والے  
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے، کسے بتائے کدھر گئے تھے؟





سرخ این دستے کہاں تھا؛ نشانِ کیفِ ولے کہاں تھا؛  
نہ کوئی راہی، نہ کوئی ساتھی، نہ سنگِ منزل، نہ مرحلے تھے

ادھر سے پیہم تقاضے آنا، ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا  
جلال و مہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت ابھارتے تھے

بڑھے تو لیکن جھکتے ڈرتے، حیا سے بھکتے، ادب سے رکتے  
جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے، تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا، حقیقتاً فعل تھا ادھر کا  
تنزلوں میں ترقی انسا دنیٰ قدانی کے سلسلے تھے

ہو انہ آخر کہ ایک بجز، تموج ”بحرِ بہو“ میں ابھرا  
دنیٰ کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیے تھے

کے ملے گھاٹ کا کنارہ؛ کدھر سے گزرا، کہاں اتارا؛  
بھرا جو مثل نظر طرارا، وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

اُٹھے جو قصرِ دُئی کے پردے، کوئی خبر دے تو کیا خبر دے  
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ ”وہ بھی نہ تھے“، اے تھے!

وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ و گل کا فسق اُٹھایا  
گرہ میں کلیوں کے باغ پھولے، گلوں کے تیکے لگے ہوئے تھے

محیط و مرکز میں فرق مشکل، ہے نہ فاصلِ خطوطِ واصل  
کما نہیں حسیّت میں سر جھکاتے، عجیب چکڑ میں دائرے تھے

حجاب اُٹھنے میں لاکھوں پردے، ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے  
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت، جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں، تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں  
بھنور کو یہ ضعفِ تشنگی تھا، کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

وہی ہے اول، وہی ہے آخر، وہی ہے باطن، وہی ہے ظاہر  
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے، اُسی سے اُسی کی طرف گئے تھے





کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول آخر کے پھیر میں ہو  
محیط کی چال سے تو پوچھو، کدھر سے آئے کدھر گئے تھے؟

ادھر سے پھیر نذرِ شہ نمازیں، ادھر سے انعامِ خسروئی میں  
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر، گلوٹے پُر نور میں پڑے تھے

زبان کو انتظارِ گفتن، تو گوش کو حسرتِ شنیدن  
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا، جو بات سُنی تھی سُن چکے تھے

وہ بُرجِ بطحا کا ماہِ پارا، بہشت کی سیر کو سدھارا  
چمک پہ تھا خلد کا ستارا، کہ اُس قمر کے قدم گئے تھے

سرورِ مقدم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہِ عرب کی  
جناں کے نگین تھے جھاڑِ فرشی، جو پھول تھے سب کنول بنے تھے

طرب کی نازش کہ ہاں لچکیے، ادب وہ بندش کہ ہل نہ کیے  
یہ جوشِ ضدین تھا کہ پودے، کشاکشِ ارہ کے تلے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کی، کروڑوں منزل میں جلوہ کر کے  
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ ٹور کے تڑکے آئیے تھے

نبی رحمت، شفیع اُمت، رضا پہ اللہ ہو عنایت !  
اِسے بھی اُن خلعتوں سے حصہ، جو خاص رحمت کچے واں بٹے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ، قبول سرکار ہے تمنا  
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا، روی تھی کیا، کیسے تالیفے تھے؟

۵  
۴  
۳  
۲  
۱  
۰  
۱  
۲  
۳  
۴  
۵  
۶  
۷  
۸  
۹  
۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰





انتخاب

# تعمیرِ رباعیات

حسان العصر حضرت ضابریوی



القرآن الحكيم

# ذکر و معانی

بیت قرآن



وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ  
وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ

کس ہاتھ کا غم، تاب و تواں ٹوٹ گیا؟  
کانپا یدِ بیضا کہ عصا چھوٹ گیا

جنش ہوئی کس مہر کی انگلی کو رضا؟  
بجلی سی گرمی شیشہ مہ ٹوٹ گیا

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ  
وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ

آپِ دُرِ دنداں سے عدن ڈوب گیا  
رشک لبِ لعیں سے مین ڈوب گیا

نخبت یہ ہوئی دیکھ کے رُوئے شہ کو  
شبِ نم کے پسینہ میں چمن ڈوب گیا

ﷺ

دُنیا میں ہر آفت سے بچانا مولیٰ !  
عقبیٰ میں نہ کچھ رنج دکھانا مولیٰ !

بیٹھوں جو درِ پاک پیمبر کے حضور  
ایمان پر اُس وقت اُٹھانا مولیٰ !

ﷺ

نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں میرا  
غفران میں کچھ خرچ نہ ہوگا تیرا

جس سے تجھے نقصان نہیں، کر دے معاف  
جس میں ترا کچھ خرچ نہیں، دے مولیٰ !



صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہے دوشِ نبی کانِ صفا ، صَلَّ عَلَیْ  
خاتمِ ہے لطافتِ پہِ گواہ ، صَلَّ عَلَیْ

تھا بارِ نبوتِ جو اُٹھایا شہِ نے  
یہ نیلِ نزاکت سے پڑا ، صَلَّ عَلَیْ

صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عشقِ احمد میں جسے چاکِ گریباں دیکھا  
گلِ ہوا صبحِ ہمیشہ اُسے ننداں دیکھا

تھا ملاقاتِ رضا کا ہمیں اک عمر سے شوق  
باے آج اُس کو مدینہ میں غزلِ خواں دیکھا

وَاللَّهُ  
عَلِيمٌ

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ  
بے جا سے ہے ، المنۃ لہ ، محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی  
یعنی رہے احکام شریعت ، ملحوظ

وَاللَّهُ  
عَلِيمٌ

مہکا ہے مرے بوئے دہن سے عالم  
یاں نغمہ شیریں نہیں تلخی سے بہم

کافی سلطان نعت گویاں ہے رضا  
انشاء اللہ میں ، وزیر اعظم



ﷺ



پر راز میں جب مدحت شہ میں آؤں  
تا عرش پر فکرِ رسا سے جاؤں

مضمون کی بندش تو میسر ہے رضا  
کافی کا دردِ دل کہاں سے لاؤں؟

ﷺ

اسرا میں جناں، حبِ لوة رُخ سے تاباں  
خدمت میں دواں، آئینہ رویانِ جناں

اے شوقِ نظر! ٹھہرے تو کیوں کر ٹھہرے؟  
آئینوں میں آفتاب اور وہ جناں

وَلَا تُغْنِي

معدوم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین  
اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذاتِ حسین

تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کیے  
آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

وَلَا تُغْنِي

کس منہ سے کہوں رشکِ عنادل ہوں میں  
شاعر ہوں، فصیح بے مماثل ہوں میں

حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو  
ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں



ﷺ



ہے جلوہ گہر نور الہی وہ رُو  
قوسین کی مانند ہیں دونوں اُبرو

آنکھیں یہ نہیں سبزۂ مشرگاں کے قریب  
چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو

ﷺ

عابد و عاصی تائب سب ہیں  
آگے اے جان جسے تم چاہو

کون ہے وہ جو نہ چاہے تم کو ؟  
قسمت اُس کی ہے جسے تم چاہو !

ﷺ

اللہ کی سرتا بقدم ، شان ہیں یہ  
ان سا نہیں انساں ، وہ انساں ہیں یہ

قرآن تو ایمان ، بتاتا ہے اِمْھیں  
ایمان یہ کہتا ہے ، ”مری جان ہیں یہ“

ﷺ

توشہ میں ، غم و اشک کا ساماں بس ہے  
افغان دلِ زار ، حُدی خواں بس ہے

رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو  
نقشِ قدمِ حضرتِ حقاں بس ہے



ﷺ



خالق کے کمال ہیں تہذیب سے بری  
مخلوق نے محدود طبیعت پائی

بالجملہ وجود میں ہے اک ذاتِ رسول  
جس کی ہے ہمیشہ روزِ افسروں خوبی

ﷺ

”ہوں“ کر دو ، تو گردوں کی بنا گر جائے  
اُبرو جو کھچے ، تیغِ قضا گر جائے

اے صاحبِ قوسین بس اب رو نہ کرے  
سہمے ہوؤں سے تیر بلا پھر جائے



صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یارب عطا ہو مجھ کو وِلا اُن کے نام کی  
شیدا پہ جن کے آتشِ دوزخ حرام کی!

صدقہ اُنھیں کا اُن کے غضب سے بچا مجھے!  
دشمن پہ جن کے نعمتِ جنتِ حرام کی!

صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کچھ اور طریقے ، غمِ جاناں ، نہ بتائے  
دیوانہ ہے ، جو قیس کو ، دیوانہ بتائے

اے راستہ والو! جسے کچھ ، واں کی خبر ہو  
لہ ہمیں ، یار کا ، کا شانہ بتائے!



وَلَا تَحْزَنْ



نورِ رُخ سرور کا عجب جلوہ ہے!  
آٹھوں پہر اس کوچہ میں دن رہتا ہے

یہ شامِ مدینہ نہ سمجھنا اسے دل  
آہِ دلِ عاشق کا دُھواں چھایا ہے

وَلَا تَحْزَنْ

تم جو چاہو تو قسمت کی مصیبت ٹل جائے  
کیوں کر کہوں، ساعت سے قیامت ٹل جائے

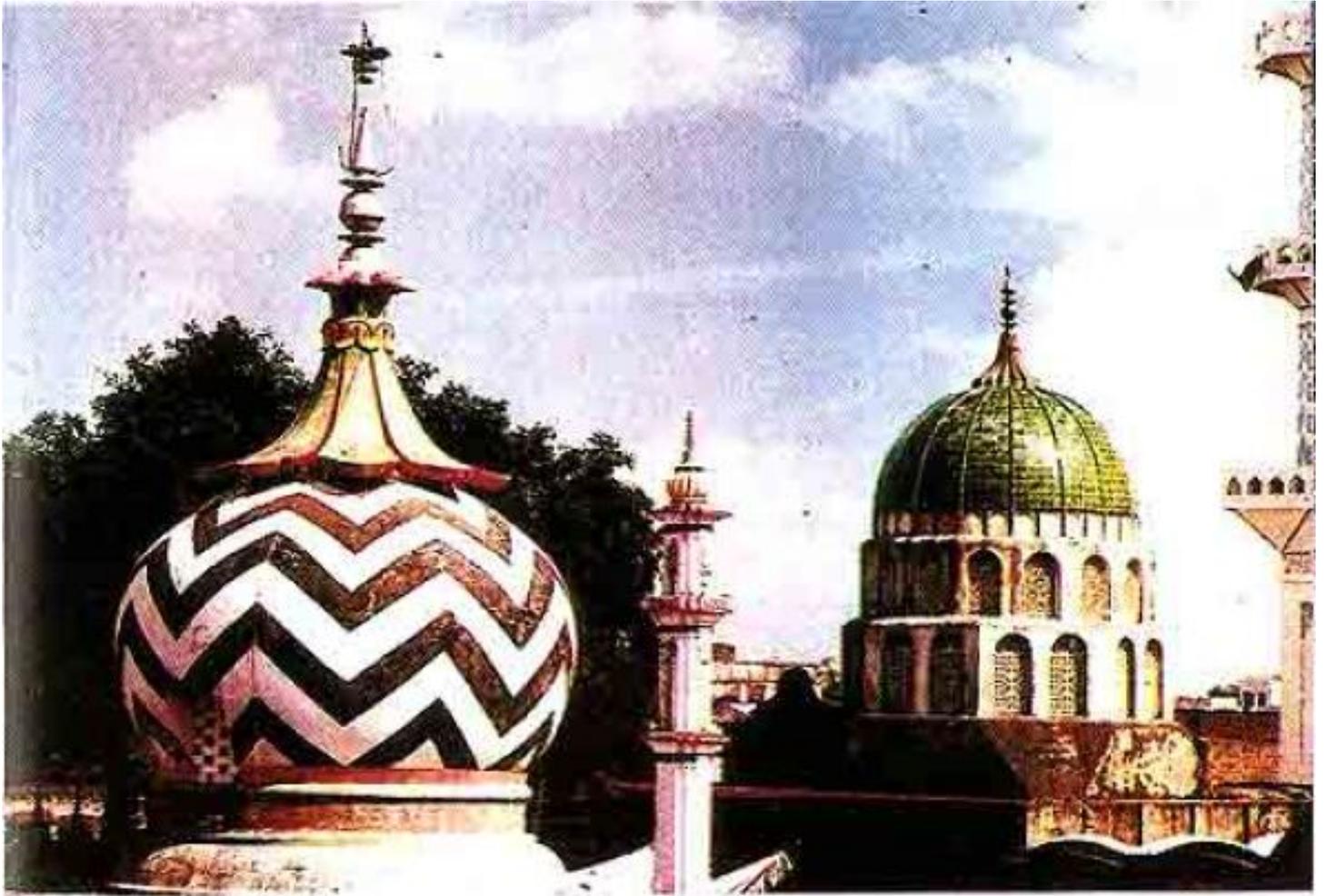
بشد اُمٹاؤ رُخ روشن سے نقاب!  
مولیٰ مری آئی ہوئی، شامت ٹل جائے





# آئینہ

## حضرت رضا بریلوی



روضه حضرت رضا بریلوی زیر سایه رضا مسجد ،  
بریلی شریف (بھارت)



کتابخانه  
۱۹





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعارف

حضرت رضا بریلوی

① اسم گرامی محمد احمد رضا خاں رضا قادری حنفی، اجداد کا تعلق قندھار (افغانستان) سے تھا، بعض اکابر سلطنتِ مغلیہ میں اہم عہدوں پر فائز تھے، جدِ امجد مولانا رضا علی خاں نے انقلاب ۱۸۵۷ء میں مجاہدینِ جنگِ آزادی کی سرپرستی فرمائی۔

② ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۲ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (یوپی، بھارت) میں ولادت باسعادت ہوئی۔

③ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بریلی (بھارت) میں وصال ہوا۔

④ والد ماجد علامہ محمد نقی علی خاں اور دوسرے علماء فضلہ سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی اور ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں درسِ نظامیہ سے بریلی ہی میں فارغ ہو کر دستارِ فضیلت سے سرفراز ہوئے حضرت

رضا بریلوی نہ دیوبند گئے اور نہ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی



بلکہ انھوں نے بعض مسائل میں علمائے دیوبند کا رد لکھا ہے۔ علمائے دیوبند میں حضرت رضا بریلوی کے پایہ کا کوئی عالم نہ تھا۔ ۲۴ سال مسلسل مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا ہے۔

۵) ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں پہلا حج کیا اور زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ علمائے حرمین شریفین سے استفادہ کیا، ان سے اجازتیں لیں اور ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں دوسرا حج کیا، علمائے حرمین طیبین کو اجازت و خلافت سے نوازا، ان کے علمی سوالات کے عربی زبان میں قاضلانہ اور محققانہ جوابات بھی دیئے۔

۶) ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں مارہرہ شریف حاضر ہو کر شاہ آل رسول مارہری سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے، متعدد سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت حاصل کی۔

۷) علمائے مکہ میں شیخ عبدالرحمن سراج مکی، شیخ حسین بن صالح مکی اور شیخ احمد بن زین دحلان مکی وغیرہ سے سندتِ حدیث حاصل کیں۔

۸) ہندوستان میں حضرت رضا بریلوی کا سلسلہ حدیث شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ عابد سندھی اور علامہ عبدالعلی لکھنوی وغیرہ سے ملتا ہے۔





⑨ فنِ حدیث میں حضرت رضا بریلوی کی ۲۰ سے زیادہ شروح و حواشی اور تصانیف و تعلیقات ہیں۔

⑩ حضرت رضا بریلوی ۵۷ سے زیادہ علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے اور ۵۰ سے زیادہ علوم و فنون میں ان کے ایک ہزار سے زیادہ کتب و رسائل اور شروح و حواشی یادگار ہیں۔

⑪ حضرت رضا بریلوی کی تصانیف میں عالمِ سلام نے سب سے زیادہ فیض ترجمہ قرآن کنز الایمان، فتاویٰ رضویہ اور حدائقِ بخشش سے حاصل کیا، ان کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

⑫ حضرت رضا بریلوی عربی، فارسی، اردو اور ہندی زبانوں پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ وہ ان زبانوں کے نمض شناس اور ماہر تھے۔

عربی، فارسی اور اردو میں ان کے دو اوین موجود تھے۔ اب اردو دیوانِ حدائقِ بخشش (جس میں کچھ فارسی کلام بھی ہے) موجود ہے۔ باقی عربی و فارسی کلام منتشر صورت میں متابہ اور اپنی مثال آپ ہے خصوصاً عربی قصائد۔ ان کے فارسی اور اردو منظوم فتاویٰ کا ایک ذخیرہ ہے جو ابھی تک مرتب نہ ہو سکا۔ کچھ اردو کلام بھی باقی ہے۔

⑬ حضرت رضا بریلوی اردو نعت گوئی کے سر تاج اور اردو نثر نگاری کے سردار تھے۔ معاصر علماء و شعرا اور نثر نگاروں میں اس پایہ کا



کوئی عالم اور شاعر و ادیب نظر نہیں آتا۔

حضرت رضا بریلوی اپنے دور کے عظیم مدبر، متبحر عالم، مفکر، فلسفی، سائنس داں اور قانون داں تھے۔ انھوں نے اپنے تعلیمی، سیاسی، اصلاحی، سائنسی، معاشی نظریات پیش کیے، ملت اسلامیہ کو باطل کے خلاف تنقیدی شعور عطا فرمایا، قوموں کی زندگی میں عقیدے کی اہمیت کو اجاگر کیا۔۔۔ وہ عہد آفریں، عہد ساز شخصیت کے مالک اور سچے عاشقِ رسول تھے۔

۱۴

حضرت رضا بریلوی دانشورانِ اسلام کے عظیم سلسلے کی اہم کڑی ہیں جنھوں نے ملتِ اسلامیہ کے شاندار ماضی کے تاریخی تسلسل کو ٹوٹنے نہ دیا۔۔۔ ان کی تخلیقات سے وہی بے اعتنائی برتی گئی جو قرونِ وسطیٰ کے دانشورانِ اسلام کے ساتھ برتی گئی۔ حضرت رضا بریلوی کی تخلیقات، افکار و نظریات دُنیا ئے اسلام کا انمول سرمایہ ہیں۔ انھوں نے دورِ غلامی میں احرار کے لیے ایک عظیم علمی ذخیرہ چھوڑا۔

۱۵

حضرت رضا بریلوی نے فرقہ بندی کے خلاف سخت جدوجہد کی، وہ مسلکِ اہل سنت و جماعت کے عظیم پیشوا تھے اور سلفِ صالحین کے سچے پیرو۔۔۔ انھوں نے ملتِ اسلامیہ کو تکفیر کے سیلابِ عظیم سے محفوظ رکھا اور غریبوں کی عزت و ناموس، ایمان و یقین کو خاک میں

۱۶



ملنے نہ دیا۔

(۱۷)

حضرت رضا بریلوی کے پیغام اور تعلیمات میں دسویں صدی ہجری کی عظیم شخصیت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی آواز بازگشت سنی جاسکتی ہے۔ دونوں نے عشق رسول اور اتباع رسول علیہ التحیۃ والتسلیم پر زور دیا۔ دونوں نے سلف صالحین کے عقائد و افکار کی ترویج کی۔ دونوں نے شریعت و طریقت میں فرق کرنے والوں کا محاسبہ و محاکمہ کیا۔ دونوں نے اہل بدعت اور باطل فرقوں کے خلاف قلمی اور عملی جہاد کیا۔ دونوں نے گستاخانِ رسول، مدعیانِ نبوت، صحابہ و اہل بیت کے دشمنوں کا تعاقب کیا۔ دونوں نے مکاتیب کے ذریعہ حق و صداقت کی ترویج کی۔ دونوں نے علماء و مشائخ کو اپنا مخاطب بنایا بلکہ حضرت مجدد الف ثانی نے بادشاہوں، وزیروں اور فوجی افسروں کو بھی مخاطب بنایا اور ان کی اصلاح فرمائی۔ دونوں نے دو قومی نظریہ کا احیاء کیا اور مٹی غیرت کو جگایا۔ دونوں نے عوام و خواص کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا بلکہ حضرت مجدد الف ثانی نے حکومت کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ دونوں کے خلفائے ان کے مشن کو آگے بڑھایا اور برصغیر پاک و ہند پر انقلابی



اثر ڈالا۔۔۔ دونوں نے ایسی تصانیف یادگار چھوڑیں جو پچھلوں کی  
سمجھ سے بھی بالاتر ہیں۔۔۔ الغرض دونوں عالم اسلام کے  
آفتاب و ماہتاب ہیں۔۔۔

۱۸) حضرت رضا بریلوی نے دُنیا کے بیآءِ دانوں کے نظریات کو چیلنج کیا  
مثلاً آئزک نیوٹن، البرٹ آئیئن اسٹائن، البرٹ ایف. پورٹا وغیرہ  
مؤخر الذکر کے نظریہ کو تو اس کے عہد میں باطل کر دکھایا اور ایک بڑا  
کارنامہ انجام دیا۔ آنے والوں کو مغرب کی اندھی تقلید سے محفوظ رکھا۔  
۱۹) ایران، اردن، پاکستان، فرانس وغیرہ سے عربی، فارسی، اردو  
فرانسیسی، انگریزی زبانوں میں شائع ہونے والے انسائیکلو پیڈیا میں  
حضرت رضا بریلوی پر تحقیقی مقالات شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

۲۰) حضرت رضا بریلوی کے حالات و افکار اور تصانیف پر مندرجہ ذیل  
یونیورسٹیوں سے سات فضلاء ڈاکٹریٹ کرچکے ہیں، کولمبیا یونیورسٹی  
(امریکہ) ہندو یونیورسٹی (بنارس، بھارت)، پلٹنہ یونیورسٹی (بھارت)،  
کانپور یونیورسٹی (بھارت)، روہیل کھنڈ یونیورسٹی (بریلی، بھارت)،  
کراچی یونیورسٹی (پاکستان)، سندھ یونیورسٹی (پاکستان)۔ حضرت  
رضا بریلوی دُنیا کی وہ واحد شخصیت ہیں جن کے مختلف پہلوؤں پر دُنیا  
کی بیس سے زیادہ یونیورسٹیوں میں کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔





حضرت رضا بریلوی کی شاعری پر مندرجہ ذیل یونیورسٹیوں سے بعض

فضلاء ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کر چکے ہیں اور کچھ تحقیق میں مصروف

ہیں۔ برنگھم یونیورسٹی (انگلستان)، پنجاب یونیورسٹی (پاکستان)

روہیل کھنڈ یونیورسٹی (بھارت)، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (بھارت)، عثمانیہ

یونیورسٹی (بھارت)، کلکتہ یونیورسٹی (بھارت)، بیسور یونیورسٹی (بھارت)

حضرت رضا بریلوی کے اردو دیوان حدائق بخشش کی مختلف فضلاء

نے مکمل اور جزوی شرحیں لکھی ہیں مثلاً علامہ مفتی محمد نصر اللہ خان صاحب

(کراچی)، علامہ محمد فیض احمد اویسی (بہاول پور)، علامہ مفتی محمد خان صاحب

(لاہور)، علامہ غلام حسین امجدی (کراچی)، علامہ محمد اول رضوی (لاہور)

وغیرہ وغیرہ۔ کچھ شائع ہو چکیں اور کچھ شائع ہو رہی ہیں۔

حضرت رضا بریلوی کے مشہور قصیدہ سلامیہ پر مختلف شعراء نے

مکمل اور جزوی تضمینیں لکھی ہیں مثلاً سید محفوظ علی صابر القادری، سید

محمد مرغوب اختر الحامدی، بشیر حسین ناظم، سید ہلال جعفری، شمس بریلوی،

سید اسلم بستوی، محمد عارف نقشبندی، عزیز حاصل پوری، راجہ رشید

محمود، فیاض احمد خاں کاوش، عبدالسلام شفیق، محسن مظہری، عبدالغنی سالک۔

حضرت رضا بریلوی کی شخصیت اور علم و فن پر علماء و محققین اور دانشوروں

کے تاثرات پر مشتمل اردو اور انگریزی میں اب تک چھ مجسوعے شائع

ہو چکے ہیں۔

حضرت رضا بریلوی نے علوم و فنون نقلیہ و عقلیہ میں ایک ہزار سے زیادہ کتب و رسائل یادگار چھوڑے ہیں۔ تقریباً ۲۰۰ مخطوطات کے عکس اور بیسیوں مطبوعہ تصانیف ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی اور راقم کی ذاتی لائبریری میں موجود ہیں۔

حضرت رضا بریلوی کے دو صاحب زادگان ہوئے۔ علامہ محمد حامد رضا خاں اور مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں۔ دونوں عالم و فاضل اور اپنے عہد میں نہایت ممتاز تھے۔ دونوں کی شعری اور تصنیفی یادگاریں موجود ہیں۔ اول الذکر کے حالات پر علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی نے تذکرہ جمیل (بریلی ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء) شائع کی ہے اور مؤخر الذکر کے حالات پر مولانا محمد شہاب الدین رضوی کی "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" (بریلی ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء) اور مرزا عبدالوحید بیگ کی "مفتی اعظم" (بریلی ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۰ء) شائع ہو گئی ہیں۔

پاک و ہند اور عرب و عجم میں حضرت رضا بریلوی کے ۲۰۰ سے زیادہ خلفاء ہوئے جن میں اکثر اپنے عہد کے ممتاز علماء و مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ محمد صادق قصوری اور ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے "خلفائے اعلیٰ حضرت" (کراچی ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء) مرتب کر کے شائع کی ہے جس میں





بعض خلفاء کے حالات اور علمی خدمات کا ذکر ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رضا بریلوی کے تلامذہ اور خلفاء بھی شعر و سخن کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ان میں بعض کا شمار اپنے زمانے کے ممتاز نعت گو شعراء میں ہوتا ہے۔ یقیناً ان کا یہ ذوق شاعری حضرت رضا بریلوی کی نظر فیض اثر کا مرہونِ منت ہے۔

۲۸) اس وقت طریقت میں حضرت رضا بریلوی کے جانشین آپ کے پوتے علامہ محمد ابراہیم رضا خاں کے پوتے علامہ محمد ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ کے صاحبزادے علامہ محمد نجحان رضا خاں بھائی میاں بھدائے رونق بخش مندر شاہ ہیں۔

۲۹) فتویٰ نویسی میں حضرت رضا بریلوی کے جانشین آپ کے پر پوتے علامہ محمد حامد رضا خاں کے پوتے اور مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں کے نواسے، علامہ محمد انستہ رضا خاں ازہری میاں بفضلہ تعلقے مندر افتاء پر رونق افروز ہیں۔

۳۰) خانوادہ رضویہ، بریلی میں متعدد مدارس دینیہ عربیہ کی سرپرستی کر رہا ہے، مثلاً دارالعلوم منظر اسلام، بریلی۔ دارالعلوم منظر اسلام، بریلی۔ جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی۔

۳۱) پاک و ہند اور بیرونی ممالک میں سینکڑوں مدرسے اور ادارے حضرت رضا بریلوی کی نسبت سے منسوب ہیں۔ حراء فاؤنڈیشن، بریلی ایسے

ہزاروں مدارس دینیہ عربیہ کی ایک جامع ڈائریکٹری مرتب کر  
رہا ہے۔

حضرت رضا بریلوی اور خانوادہ عالیہ رضویہ کا دائرہ فیض دُنیا کے چار  
بڑے عظیموں پر پھیلا ہوا ہے یعنی بڑا عظیم ایشیا، بڑا عظیم یورپ، بڑا عظیم  
امریکہ، بڑا عظیم افریقہ۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
رضوانِ دوزخ

کتب خانہ دارالافتاء  
لاہور  
۱۹۸۸ء





# حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری اپنے آئینے میں

## نیاز فتحپوری

مولانا کے بعض اشعار میں نعت مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنی انفرادیت کا دعوے بھی ملتا ہے۔ جو ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلق معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل برحق ہیں۔“

(مشہور ادیب و نقاد نیاز فتحپوری)



○ قرآنی تصویر یہ ہے کہ جن وانس اللہ کی بندگی اور جان دو عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی غلامی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں (ذُریت : ۵۶) ہم زندہ  
ہیں تو ان کے لیے — مریں گے تو اٹھیں گے دیدار کے لیے —  
حشر میں اٹھیں گے تو اٹھیں گے شفاعت کے لیے — وہ مطلوب و  
مقصود کائنات ہیں — ان کی غلامی ہی اللہ کی بندگی ہے —  
من یطع الرسول فقد اطاع الله (نساء : ۸۰) — اللہ ورسول صلی اللہ  
علیہ وسلم سے عشق و محبت کے دو پیمانے نہیں — اللہ نے اپنے کرم  
سے ایک ہی پیمانہ رکھا ہے (توبہ : ۲۴) — اللہ ہر طرف ہے،  
سجدہ بیت اللہ ہی کی طرف کیوں ہے — قرآن حکیم نے یہ راز کھولا  
کہ محبوب رب العالمین کی رضا اسی میں ہے۔ ان کا رخ مبارک اسی  
طرف ہے اس لیے سب اس طرف سجدہ کیا کریں (بقرہ : ۱۴۲) —  
بیت اللہ ہمارے محبوب کا منظور نظر ہے۔ یہی اس کی سب سے بڑی  
فضیلت ہے — اور ہم نے بیت اللہ سے بیت المقدس کی طرف  
جو آپ کا رخ پھیرا تھا تو اس لیے کہ ہمیں یہ دیکھنا تھا کہ کون بیت اللہ  
کو چاہتا ہے اور کون ہمارے محبوب کو چاہتا ہے (بقرہ : ۱۴۳) —



ہمیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے والے ہی اچھے لگتے ہیں۔  
جس طرف وہ دیکھ رہے ہیں تم بھی اسی طرف دیکھو (بقرہ: ۱۲۴)۔  
ہم اُن کو دیکھ رہے ہیں تم بھی اُن کو دیکھو۔ ہم بھی اور ہمارے فرشتے  
بھی اُن پر درود بھیج رہے ہیں، تم بھی درود و سلام بھیجو۔ بار بار  
بھیجو (احزاب: ۵۶)۔ اُنھیں کے گیت گائے جاؤ۔ اُنھیں  
کے نغمے الاپے جاؤ۔ حضرت رضا بریلوی اس قرآنی تصور پر ایمان  
و یقین رکھتے تھے۔ کیا خوب کہا ہے

دھن میں زباں تمہارے لیے، بدن میں ہے جاں تمہاری لیے  
ہم آئے یہاں تمہارے لیے، اُنھیں بھی وہاں تمہارے لیے  
عشق و محبت کی ساری داستائیں اس ایک شعر میں سمو کر رکھ دیں!  
اللہ اللہ! بدن میں جاں اُن کے لیے ہے۔ دھن میں  
زباں اُن کے لیے ہے! تو پھر کیوں نہ اُن کے گیت گائے جائیں؟  
پھر کیوں نہ اُن کے نغمے الاپے جائیں؟۔ ہاں نعت لکھنے  
کو دل چاہتا ہے۔ مگر قلم کہاں سے لائیں؟۔ روشنائی کہاں  
سے لائیں جو اُس جانِ جاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کریں؟  
حضرت رضا بریلوی کی نظر درختِ طُوبیٰ کی طرف اٹھتی ہے۔

معنی میں ہے اور شاہیں ہر جنت کی کھڑکیوں اور محلوں میں جھول رہی ہیں۔ اس میں سوائے سیاہی کے ہر خوش نما رنگ جنتِ نظارہ بنا ہوا ہے۔ جڑ سے کافور سلسبیل کی نہریں رواں ہیں۔ ہاں اس درخت کی بلندیاں، اللہ اللہ! حضرت رضا بریلوی کی نظر اُس درخت کی سب سے اونچی، نازک، سیدھی شاخ پر پڑتی ہے۔ یہی اس قابل ہے کہ جب محبوب رب العالمین کی مدح و ثنا کے لیے ہاتھ میں قلم ہو تو اسی شاخ کا قلم ہو جس کو ہر رنگ نے چھوا مگر سیاہی نے نہ چھوا۔ حضرت رضا بریلوی، حضرت جبریل علیہ السلام سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی، نازک، سیدھی نکلی شاخ

مانگوں میں نعت لکھنے کو رُوحِ قدس سے ایسی شاخ

○ نعت گوئی حضرت رضا بریلوی کے خمیر میں گندھی ہوئی تھی۔ روز

الست ہی یہ فیصلہ ہو گیا تھا، اور نعتِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تاج

سر پر رکھ دیا گیا تھا۔

زحمت تا بہار تازہ گل کرد

رضایت را غزلِ خواں آفریدند

○ قرآن حکیم سے نعت گوئی سیکھی اور احکامِ شریعت کو پیشِ نظر رکھا، فکر و





خیال کو نفس سے محفوظ رکھا اور پامال نہ ہونے دیا۔۔۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ

یہ ہے، المنة اللہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

یعنی رہے احکام شریعت محفوظ

○ نعت گوئی میں حضرت حنان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو رہبر بنایا اور

اُن کے نقش قدم پر چلتے رہے۔۔۔ وہ تدریح رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

جس کے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود منبر بچھایا اور

اُن کو بچھایا۔۔۔ دُعاؤں سے نوازا۔۔۔

رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو

نقش قدم حضرت حنان بس ہے

○ حضرت حنان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی کفش برداری اور در کی ربانی

اور جاروب کشی کو حضرت رضا بریلوی نے اپنے لیے سعادت سمجھا۔۔۔

کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دُور نہیں

کہ رضائے عجمی ہو، سگ حنان عرب

○ اُردو نعت گوئی میں شہید جنگ آزادی مولانا کفایت علی کافی کارنگ

پسند آیا کہ وہ اللہ کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔۔۔ وہ درد و سوز سے

مغمور تھا۔۔۔ وہ زندگی سے بھرپور تھا۔۔۔ وہ ایک بہکتا چمن تھا۔

ہبکا ہے مرے بوئے دھن سے عالم

یاں نغمہ شیریں نہیں تلخی سے بہم

کافی سلطانِ نعت گویاں ہیں رضا

ان شاء اللہ میں وزیرِ اعظم

○۔۔۔ مگر بندیِ فکر اور مضمون کی بندش میں کمال کے باوجود مولانا کفایت علی

کافی کے دردِ دل کے آرزو مند رہے کہ بغیر دردِ دل کے شاعری،

شاعری نہیں۔۔۔

پرواز میں جب مدحتِ شہ کے آؤں

تاعرش پر فکرِ رسا سے جاؤں

مضمون کی بندش تو میسر ہے رضا

کافی کا دردِ دل کہاں سے لاؤں؟

○۔۔۔ یہ آرزو پوری ہوئی، وہ دور بھی آیا جب دردِ دل اور سوزِ جگر سے

سینہ ٹھکنے لگا۔۔۔ لاوا اُبلنے لگا۔

آکھچھ سُنادے عشق کے بولوں میں اے رضا

مشتاقِ طبع، لذتِ سوزِ جگر کی ہے

○۔۔۔ شاعری میں کسی کو استاد نہ بنایا، فیضِ ربِ قدیر سے کارگہ فرمیں





انجم ڈھلتے رہے۔۔۔ دیکھنے والے دیکھ کر جھومتے رہے۔۔۔

جبین طبع ، ناسودہ داغ شاگردی سے

غبار منت اصلاح سے ہے دامن دور

اور۔۔۔

ع نظم پر نور رضا، لوٹ تلمذ سے ہے پاک

○ حضرت رضا بریلوی نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رسوا نہ کیا ،

شاعری کو پیشہ نہیں بنایا بلکہ شاعری کی ہو س ہی کو دل سے نکال

باہر پھینکا۔۔۔ محبت کو سینہ سے لگا کر رکھا

ع پیشہ مرا شاعری ، نہ دعویٰ مجھ کو

ع نہ شاعری کی ہو س نہ پروا

○ بس اتنا ہی بہت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں

اور ثنا خوانوں میں شامل کر لیا گیا ہے۔ یہی سعادت ہر سعادت سے

بلند و بالا ہے۔۔۔

ہے بلبُل رنگیں رضا ، یا طوطی نغمہ سرا

حق یہ ہے کہ واصف ہے ترا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں



○ حضرت رضا بریلوی کی نظریں وہی آنکھ ، آنکھ ہے جو ان کا دیدار

کرتی رہے۔ وہی لب، لب میں جو اُن کی مدح میں زمزمہ خواں  
 رہے۔ وہی سر، سر ہے جو اُن کے آگے جھکتا رہے۔ اور  
 وہی دل، دل ہے جو اُن پر قربان ہوتا رہے۔  
 وہی آنکھ، اُن کا جو منہ تیکے، وہی لب کہ محو ہوں نعت کے  
 وہی سر، جو اُن کے لیے جھکے، وہی دل، جو اُن پہ نثار ہے  
 ○ رات دن اسی جانِ جاں صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور میں گم رہنا، خیال  
 کی دُنیا کو چہرہ انور کی تابانیوں سے بسائے رکھنا، فراق میں بھی وصال  
 کے مزے لوٹنا۔

تھا ملاقاتِ رضا کا ہمیں اک عمر سے شوق  
 باسے، آج اُس کو مدینہ میں غزلِ خواں دیکھا  
 ○ وہ ہند میں رہتے تھے مگر مدینہ میں بسے تھے۔ جسم یہاں،  
 رُوح وہاں۔ دماغ یہاں، خیال وہاں۔ سینہ یہاں،  
 دل وہاں۔

جان و دل ہوشِ فخر د، سب تو مدینے پہنچے  
 تم نہیں چلتے رضا بہ سارا تو سامان گیا!  
 ○ تاجدارِ دو عالم، جانِ جہاں، جانِ جاں، جانِ ایماں صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی محبت میں وہ محویت نصیب ہوئی جس نے مدح و ذم اور





تعریف و توصیف سے بے نیاز کر دیا، اُن کے در پر ایسا جھکایا کہ  
ہر چوکھٹ سے بے پروا کر دیا۔

نہ مرا نوش ز تخمین، نہ مرا نیش ز طعن  
نہ مرا گوش بدمدے، نہ مرا ہوش زے  
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد در وے  
جز من و چند کتابے، دوات و قلمے

○ اللہ کی عطا نے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم نے نعمتوں کو  
یہ سوز و ساز بننا کہ جس کو دیکھے نثار ہو رہا ہے، جس کو دیکھے  
سر دھن رہا ہے۔

اے رضا! جانِ عنادل، ترے نفسوں کے نثار!  
بلبلِ باغِ مدینہ، ترا کہنا کیا ہے!



رضائے خستہ کیا کہنا، عجب جاؤ بیانی ہے  
نمکِ ہر نفسہ شیریں میں ہے، شورِ عنادل کا!  
○ سارے عالم میں دُھوم ہے، بوستاں گونج رہے ہیں، دل  
تڑپ رہے ہیں، آنکھیں برس رہی ہیں۔

گونج گونج اٹھے ہیں نعمتِ رضا سے بوستاں  
کیوں نہ ہو؟ کس پھول کی مدحت میں وامنقا ہے!

○ گلشن ہبک رہے ہیں، خوابیدہ دل بیدار ہو رہے ہیں، روشنیاں  
پھیل رہی ہیں، سینوں میں کونین سما رہے ہیں۔

کیوں نہ گلشن مری خوشبوئے دھن سے ہبکے؟  
باغِ عالم میں، میں ٹبل ہوں، شناخواں ہوں کس کا؟

○ اللہ اللہ کیا سماں ہے، مرغانِ نعمتِ سنخ آج خاموش خاموش سے  
ہیں، صف بہ صف آگے بڑھ رہے ہیں، نذرانوں میں چمن پہ چمن  
پیش کر رہے ہیں۔ کہ آج وہ ٹبل چھپا رہا ہے جس کے چہک  
نے سب ٹبلوں کو دم بخود کر دیا ہے۔

اے رضا، وصفِ رخِ پاک سنانے کے لیے  
نذر دیتے ہیں چمن، مرغِ غزل خواں ہم کو

○ فارسی نعتوں کی یہ بلندیاں کہ نور الدین عبدالرحمن جامی جیسا باکمال  
نعت گو شاعر بھی حیران نظر آ رہا ہے۔

طوطی اصفہاں، سن کلامِ رضا!  
بے زباں، بے زباں، بے زباں ہو گیا

○ سب نے مانا، سب نے تسلیم کیا، اردو زبان میں حضرت رضا جیسا باکمال





نعت گو شاعر پیدا نہیں ہوا سے

یہی کہتی ہے، بلبلی باغِ جناں، کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں  
”نہیں ہند میں و اصف شاہ ہدی، مجھے شوخی طمع رضا کی قسم!“

○۔ اُس کے فکر کی بلندیوں، خیال کی وسعتوں، جذبات و احساسات  
کی سرستیوں کا یہ عالم کہ ’بہارِ بہشتِ خلد‘، بھی ”چھوٹا سا عطر دان“  
بنی جا رہی ہے سے

بزمِ شنائے زلف میں، میری عروسِ فکر کو  
ساری بہارِ بہشتِ خلد، چھوٹا سا عطر دان ہے  
○۔ اس میں کسی کوشک نہیں، اس میں کسی کوشبہ نہیں کہ ملکِ سخن کی

شاہی حضرت رضا بریلوی ہی کو چچی اور سحیحی ہے سے  
ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم  
جس سمت آگئے ہو، سکتے بٹھا دیئے ہیں

○۔ اور اس ملکِ سخن کی وسعتوں کا کیا ٹھکانہ جہاں نعت کی حکومت  
ہے، جہاں عشقِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سکہ چلتا ہے، جہاں  
کے ماہ و سال نئے، جہاں کے شب و روز نئے۔۔۔ جہاں زندگی  
ہی زندگی ہے۔۔۔ جہاں روشنی ہی روشنی ہے۔۔۔ سے

ہے مرے زیر نگیں ملک سخن تا ابد  
 مرے قبضے میں اس نخطے کے چاروں سرحد  
 اپنے ہی ملک سے تعبیر ہے ملک سرحد  
 ہے تصرف میں مرے کشور نعت احمد

میں بھی کیا اپنے نصیبے کا سکندر نکلا!

○ — ملک نعت کی اس تاجداری و شہریاری کے باوجود جب وہ نعت  
 کی بندیوں اور رفعتوں پر نظر ڈالتے ہیں تو عقل کے حیرت کدے  
 میں کچھ کھوسے جاتے ہیں — خود باختگی اور خود رنگی کے اس

عالم میں بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں —

کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی ترالا ہے

سکتے ہیں پڑی ہے عقل، چکر میں گماں آیا

عقل سکتے ہیں کیوں نہ پڑے کہ وہ ذات آپ کی مدح و ثنا کر رہی ہے

جو عقل سے دراء، دراء الوراء اور دراء الوراء ہے —

اے رضا خود صاحبِ تدرآں ہے مداحِ رسول

تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحتِ رسول اللہ کی؟

حضرت رضا بریلوی نعت کی بلندی اور عقل کی نارسائی کے باوجود

ہمت نہیں ہارتے — جب تک دنیا میں رہے آپ ہی کا نام جپتے رہے





آپ ہی کے گیت گاتے رہے۔ جب دنیا سے گئے تو آپ ہی کا  
داغِ محبت لے کے گئے۔

لحد میں عشقِ رُخِ شدہ کا داغ لے کے چلے

اندھیری رات سُنی تھی، چراغ لے کے چلے

○۔ اور اب آرزو یہ ہے کہ کاش میدانِ محشر میں جب نورِ مجسمِ صلی اللہ

علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو خدمتِ کار فرشتے دیکھتے ہی

پہچان لیں کہ یہ وہی تو عاشقِ خستہ جگر ہے جو جانِ دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کے حضور سلام نذر کیا کرتا تھا اور سلام کے یہ گجرے ہم پیش کیا

کرتے تھے۔ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خوشی خوشی قبول فرمایا

کرتے تھے، وہ اپنے عاشقوں کو خوب جانتے پہچانتے ہیں۔

تو جب میدانِ محشر میں تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوں

اور سب آپ کے حضور صلوة و سلام پیش کریں تو فرشتے مجھے دیکھتے

ہی بول اٹھیں، اے رضا!

وہی سلام پڑھو، وہی سلام۔ آج تو جانِ جاناں صلی اللہ

علیہ وسلم تمہارے سامنے جلوہ فرمائیں۔

مجھ سے خدمت کے قدمی کہیں، "یاں رضا!"

"نصفیہ" جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"



اے کاش جب فرشتے اشارہ کریں تو رضا کی زباں پر اُنھیں کے  
 نغمے جاری ہو جائیں! — اے کاش اُنھیں کے بھنڈے تلے میں  
 نعت پڑھتا چلوں! —

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے  
 لہو ا کے تلے تبا میں کھلے، رضا کی زباں تمہارے لیے!





# اختتامیہ



حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ نغمے بچپن ہی سے کانوں میں گونجتے  
رہے اور رس گھولتے رہے۔ مرشدی و مولائی، اپنی و استاذی  
مفتی اعظم حضرت شاہ محمد منظر اللہ نقشبندی مجددی دہلوی علیہ الرحمہ کی محافل  
جمعتہ المبارک میں کبھی یہ نغمہ جاں نواز ہوتا ہے

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں

جس راہ چل دیئے ہیں کوپے بسا دیئے ہیں

اور کبھی یہ نغمہ سامع نواز ہوتا ہے

پیش حق مرثوہ شفاعت کاُساتے جائیں گے

آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

اور ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سالانہ محفل میں

ضح صادق کے سُہانے وقت یہ سلام دل نواز ہوتا ہے



مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

حضرت رضا بریلوی کے نغموں نے لڑکپن ہی سے دل میں گھر کر لیا تھا پھر ایک مدت بعد ۱۹۷۰ء میں وہ مبارک گھڑی بھی آئی جب پہلی بار حضرت رضا بریلوی پر قلم اٹھایا، پھر قلم چلتا رہا اور آج ۲۳ سال گزر چکے، قلم چل رہا ہے۔ الحمد للہ حضرت رضا بریلوی پر بہت سا کام ہو گیا، ہو رہا ہے اور انشاء اللہ ہوتا رہے گا۔



شاعری میں حضرت رضا بریلوی کا جواب نہ تھا۔ انھوں نے زندگی بھر نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا موضوعِ سخن بنایا۔ حدائقِ بخشش ان کے اردو کلام کا بے مثال مجموعہ ہے، اس میں کچھ فارسی کلام بھی ہے۔ ماضی میں اس کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں مگر کوئی ایسا معیاری اور خوبصورت ایڈیشن نظر نہ آیا جو دنیا کے ادب میں فخر کے ساتھ پیش کیا جاسکے۔ حضرت رضا بریلوی کا کلام اس لائق ہے کہ عالمی سطح پر شناساںِ ادب کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ ۱۹۹۳ء میں یہ خیال آیا کہ حدائقِ بخشش کا ایک معیاری نسخہ تدوین کیا جائے اور ایک حسین و جمیل ایڈیشن شائع کر کے عالمی سطح پر پیش کیا جائے۔ حسن اتفاق





کہ اسی زمانے میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے استاد اور حضرت رضا بریلوی کے مرشد گرامی شاہ آل رسول مارہروی کے خانوادہ عالی کے شہزادے برادر محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد امین مارہروی، کراچی تشریف لائے۔ راقم نے ایک ملاقات میں حدائق بخشش کے مجوزہ منصوبے کا ذکر کیا تو موصوف نے ایک اہم انکشاف کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت رضا بریلوی کے دیوان حدائق بخشش کا قلمی نسخہ مارہرہ شریف کے کتب خانے میں موجود ہے جو حضرت رضا بریلوی نے خود قلم بند کر کے اپنے پیر خانے میں پیش کیا تھا۔ اس انکشاف سے بہت ہی خوشی ہوئی۔ راقم نے ڈاکٹر محمد امین مارہروی سے عرض کیا کہ وہ اس قلمی نسخہ کو سامنے رکھ کر حدائق بخشش کا ایک معیاری نسخہ مدون فرمائیں، موصوف نے ازراہ کرم و ادب نوازی اس خدمت کو قبول فرمایا مگر اس شرط کے ساتھ کہ عالمی شہرت یافتہ محقق پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو (سابق صدر شعبہ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) ان کے کام کی نگرانی فرمائیں۔

حسن اتفاق کہ ڈاکٹر صاحب موصوف ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کی طرف سے منعقد ہونے والی امام احمد رضا کانفرنس میں شرکت کیلئے اگست ۱۹۹۳ء میں کراچی تشریف لائے۔ راقم نے ایک ملاقات میں اس منصوبے کا ذکر کیا تو موصوف نے بلا کسی ادنیٰ تردد کے بڑی فراخ دلی سے اس منصوبے کی نگرانی اور علمی و تسلی اعانت کا وعدہ فرمایا۔ اب دعا یہ

ہے کہ مولائے کریم برادر محترم ڈاکٹر محمد امین مارہروی کو فرصت و ہمت عطا فرمائے کہ وہ یہ اہم کام پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں اور نہ صرف یہ بلکہ حضرت رضا بریلوی کے اُس فارسی اور عربی کلام کو بھی جمع کر دیں جو اس وقت تک منتشر ہے۔ راقم کا اندازہ ہے کہ حضرت رضا بریلوی کا اُردو، فارسی اور عربی کلام جمع کیا جائے تو چار جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ یہ ایک اہم اور صبر آزما کام ہے، مولیٰ تعالیٰ اس آرزو کو پورا فرمائے۔ آمین!

چونکہ حضرت رضا بریلوی کے پورے کلام کی تدوین ایک دیر طلب کام تھا اس لیے خیال آیا کہ سرِ دست حقائق بخشش کے مطبوعہ نسخوں سے نعتیں، قصیدے اور رباعیاں منتخب کر کے ایک معیاری انتخاب تیار کیا جائے اور اس کو دلکش انداز میں شائع کر کے فوری طور پر عالمی سطح پر پھیلایا جائے۔ اُستاد محترم اور پاکستان کے مشہور محقق اور اداسناس ادب پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب (سابق صدر شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد سندھ) سے اس منصوبہ کی نگرانی کے لیے عرض کیا گیا تو کلامِ رضا کے لیے فرمایا کہ ”یہ تو انتخاب ہی انتخاب ہے۔“ بہر حال اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے راقم نے قلم اٹھایا اور بحمد اللہ تعالیٰ نومبر ۱۹۹۳ء میں یہ انتخاب مرتب ہو گیا۔ اس انتخاب کے لیے بریلی شریف کے قدیم نسخے سامنے رکھے گئے تاکہ غلطیوں کا زیادہ احتمال نہ رہے۔





حدائق بخشش (۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) کے حصہ دوم کا طبع اول  
(مطبوعہ حسنی پریس، بریلی) پروفیسر منیر الحق کعبی (گجرات، پاکستان) کی عنایت سے  
ملا۔ اس کے سرورق پر ناستر طابع مولانا حسنین رضا خاں نے کلام و کلمیم  
کی جو خوبیاں بیان کیں اور جو القاب و آداب استعمال کیے وہ حقیقتاً فرزند  
ہیں۔ حضرت رضا بریلوی کے لیے وہ لکھتے ہیں:

سر آمدِ نصحاء و بلغاء، استاذ الشعراء، سید المحققین، واقف  
رموز جلیبہ و نخبیہ، کاشفِ غوامضِ علمیہ، حلالِ مشکلاتِ ہر علم و  
فن، علامہٴ زمن، مرجع العلماء، تاج الکملاء، محی الملئۃ والدین  
امام الاسلام و المسلمین، مولانا مولوی حاجی احمد رضا خاں  
صاحب رضی اللہ عنہ۔

”رضی اللہ عنہ“ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حدائق بخشش حصہ دوم حضرت رضا  
بریلوی کی زندگی میں نہیں چھپا بلکہ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کے بعد مرتب کر کے  
شائع کیا گیا۔ ترقیمے میں اس کی صراحت اس طرح کر دی گئی ہے:  
اس حصے میں تمام وہ نظمیں جمع کر دی گئی ہیں جن کی خود۔  
نظم و ترتیب کے وقت وصیت فرمائی تھی۔ ابھی بڑا حصہ  
کلام کا باقی ہے جو بچپن کا کلام ہے اور دیگر مشاغل علمیہ کے



سبب اس پر نظر ثانی نہ فرما سکے۔ میں اس کلام کو شائع کر کے  
یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اُن کا بچپن دوسروں کے شباب سے  
بڑھ چڑھ کر تھا۔ (ص ۷۲)

مولانا حسنین رضا خان صاحب نے سرِ درق پر حضرت رضا بریلوی  
کے کلام کا اس طرح تعارف کرایا ہے، مطالعہ و مشاہدہ جس کے حرفِ حرد  
پر گواہ ہیں۔ اس لیے اُن کی تحریر پیش کی جاتی ہے۔

الحمد للہ المنان یہ دیوان جس کی ہر سطر مرادِ فصاحت کی  
سکِ آبدار۔ جس کا ہر مصرع گلِ ہائے بلاغت کا خوش نما  
ہار۔ بلکہ ہر لفظ عمدہ و پاکیزہ، زیورِ حسن سے آراستہ تحقیق  
صوری و معنوی کا دریا۔ خوبی کے سانچے میں ڈھلا ہوا  
۔۔۔ بحرِ محبتِ محبوبِ رب العزت کو کمالِ جوش و خروش  
میں لانے والا۔ جاں نثارانِ ستید عالم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کو مست و بے خود بنانے والا۔ سبحان اللہ! یہ  
وہ دیوان ہے جس کی نظیر عالم میں منفقود، سراپا محمود و مسعود۔  
(حداائق بخشش، طبع اول، مطبوعہ بریلی، سرِ درق)

حداائق بخشش حصہ اول کا قدیم نسخہ مطبوعہ بریلی مفتی اعظم شاہ محمد

منظہر اللہ علیہ الرحمہ کے کتب خانے سے ملا اور حصہ سوم کا قدیم نسخہ مطبوعہ بدایوں





محترم سید نور محمد قادری کی عنایت سے ملا۔۔۔ انتخاب کی تدوین کے وقت  
کوئی قلمی نسخہ نہ مل سکا۔۔۔



جب راقم نے اس کام کا آغاز کیا تو مدینہ منورہ اور بریلی شریف  
سے رحمتوں کی بارش شروع ہو گئی۔۔۔ سب سے پہلے سجادہ نشین خانقاہ رضویہ  
حضرت علامہ سبجان رضا خاں صاحب مدظلہ العالی کی عنایت اور حضرت  
صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری کی وساطت سے حضرت رضا بریلوی  
کی قبر شریف کی مبارک چادر دل افروز ہوئی۔۔۔ پھر حضرت شیخ محمد عارف  
قادری ضیائی مدنی کی عنایت اور مولانا جاوید اقبال مظہری کی وساطت سے خانقاہ  
بیت اللہ شریف کا ایک ٹکڑا، تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف  
کی مقدس چادر کا ایک ٹکڑا اور گنبد خضراء کے حجرہ شریف کا پُرانا سوٹج بورڈ  
جاں نواز ہوئے۔۔۔ ان سارے تبرکات سے اُس وقت سرفراز ہوا جب  
حدائق بخشش کے انتخاب کی تیاری میں مہمک تھا۔۔۔ کرم نوازیوں کا یہ  
سلسلہ مسلسل جاری رہا۔۔۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید مجدہ نے مواجہہ  
شریف اور ریاض الجنۃ (مسجد نبوی شریف) کی وہ نادر و نایاب خاک پاک  
عنایت فرمائی جو ان کے ایک انجینئر دوست نے امرکنڈیشننگ پلانٹ کے  
یہ کھدائی کے وقت محفوظ کر لی تھی۔۔۔ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ میں

مسجد نبوی شریف سے عارف کامل ڈاکٹر نور محمد ربانی زید لطف نے کرم نامہ ارسال فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ ان کے گلدستہ نعت کشف العرفان کے لیے تقدیم لکھی جائے اور مزید نعتیں منتخب کر کے اس میں شامل کیا جائیں۔ الحمد للہ یہ کام بھی مکمل ہو گیا۔ یہ سب اتفاقات نہیں، یہ تو نگاہ لرم ہے، اللہ تعالیٰ آخرت میں ان نگاہوں سے محروم نہ رکھے۔ آمین! ے

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ  
ترے پیانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی!



حداائق بخشش کے انتخاب اور ترتیب و تدوین کے بعد زیر کثیر صرف کر کے آرٹ پیپر پر کتابت، فلموں کی تیاری، طباعت و جلد بندی وغیرہ ایک اہم مسئلہ تھا۔ کراچی کیمیکل انڈسٹریز، کراچی اور سرہند پہلی کیشنز، کراچی کے ڈائریکٹر برادر م شیخ صبورا احمد صاحب سے جب اس اہم مسئلہ کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے خوشی خوشی اس انتخاب کی کتابت و طباعت کی ذمہ داری قبول فرمائی اور کام کا آغاز کر دیا گیا۔ کتابت کے لیے پاکستان کے بہترین کاتب جناب خالد فاروق صاحب سے بات ہوئی تو انھوں نے رعایتی قیمت پر بہترین کتابت کا وعدہ فرمایا اور اس طرح جمعۃ المبارک ۲۴ دسمبر ۱۹۹۳ء کو کتابت کا آغاز ہو گیا۔ ٹائٹل کے لیے عالمی شہرت یافتہ





آرٹسٹ جناب اسلم کمال صاحب سے عرض کیا گیا تو انھوں نے بلا کسی ادنیٰ معاوضے کے یہ خدمت قبول فرمائی، موصوف نے مجتہد و عقیدت سے راقم کی کئی کتابوں کے ٹائٹل بنائے ہیں۔ ایک اور ٹائٹل کے لیے جناب خلیل احمد رانا صاحب کو لکھا گیا، انھوں نے بھی جناب محمد صدیق فانی سے ٹائٹل بنوا کر ارسال فرمایا۔ اس کتاب میں عالمی شہرت یافتہ خطاط نور شید عالم گوہر رقم کی خطاطی کے نمونے بھی شامل کیے گئے ہیں۔  
مولیٰ تعالیٰ تمام معاونین اور کرم فرماؤں کو اجر عظیم عطا فرمائے، آمین!



حضرت رضا بریلوی کے تفصیلی ذکر اذکار اور حدائق بخشش کے انتخاب اور ترتیب و تدوین سے متعلق امور کا ذکر ابتداء میں آنا چاہیے تھا مگر خلافِ عادت اور خلافِ دستور ان امور کا آخر میں اس لیے ذکر کیا گیا تاکہ حدائقِ بخشش کی تاثراتی، جذباتی اور روحانی فضا قائم رہے۔ البتہ ادب اور ادیبوں کے حوالے سے حضرت رضا بریلوی کے بارے میں چند باتیں ابتدا میں اس لیے بیان کر دی گئیں تاکہ کلام و کلیم کا وقار اور بلند ہو جائے پھر پڑھنے والا خراماں، خراماں بوستانِ رضا میں داخل ہو کر اس

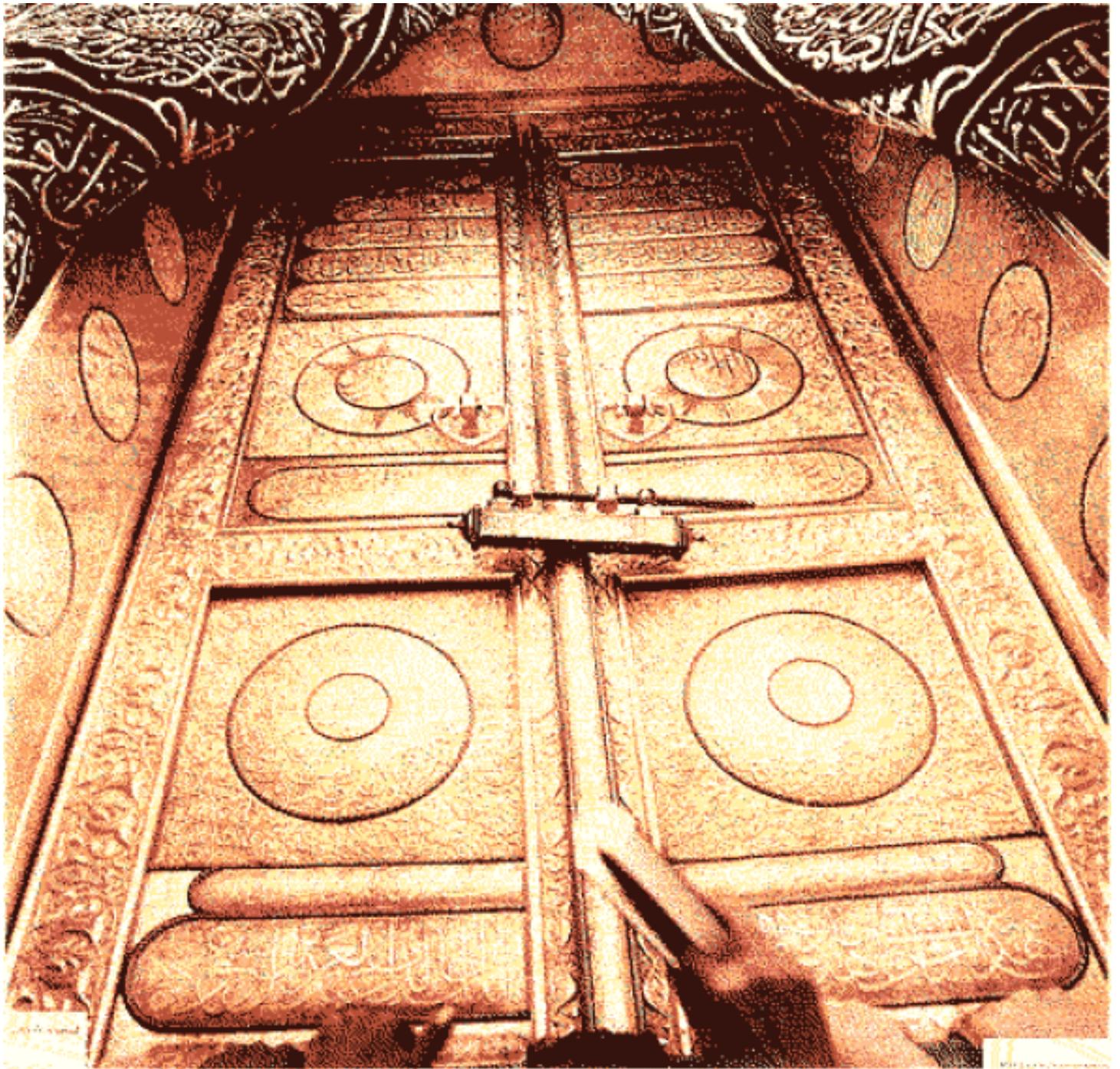
گلشنِ سدا بہار کی بہاروں سے لطف اندوز ہو سے

کیوں نہ گلشنِ مری خوشبوئے دہن سے نہکے

باغِ عالم میں میں بلبُل ہوں، ہشنا خواں کس کا؟







دروازهٔ بیت الله شریف ، مکه مکرمه



# مناجاتِ رضا

یا الہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو!  
جب پڑے مشکل شبہ مشکل کشا کا ساتھ ہو!

یا الہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو  
شادی دیدارِ حسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو!

یا الہی گورتیرہ کی جب آئے سخت رات  
اُن کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو!

یا الہی جب پڑے محشر میں شورِ وار و گیسر  
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو!

یا الہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے  
صاحبِ کوثر، شبہِ جود و عطا کا ساتھ ہو!

یا الہی سرد مہری پر ہو جب نور شدید حشر  
سید بے سایہ کے ظلِ لؤا کا ساتھ ہو!

یا الہی گرمی محشر سے جب بھڑکیں بدن  
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو!

یا الہی نامہ اعمال جب کھلنے لگیں  
عیب پوشِ خلق، ستارِ خطا کا ساتھ ہو!

یا الہی جب ہمیں آنکھیں حسابِ جرم میں  
اُن تبتسم ریز ہونٹوں کی دُعا کا ساتھ ہو!

یا الہی جب حسابِ تخذہ بے جا رُلائے  
چشمِ گرمیاں شفیعِ مرتبے کا ساتھ ہو!

یا الہی رنگ لائیں جب میری بے باکیاں  
اُن کی نیچی نیچی نظروں کی جیا کا ساتھ ہو!





یا الہی جب چلوں تاریک راہِ پُلِ صراط  
آفتابِ ہاشمی ، نورِ اہدے کا ساتھ ہو!

یا الہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے  
رَبِّ سَلِّمْ کہنے والے غمِ زُدا کا ساتھ ہو!

یا الہی جو دُعا ئے نیک ، میں تجھ سے کروں  
قدسیوں کے لب سے ”آمِیْن رَبَّنَا“ کا ساتھ ہو!

یا الہی جب رضاِ خوابِ گراں سے سراٹھائے  
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو!



# کتابیات

عالمی جامعات اور تحقیقی اداروں میں حضرت رضا بریلوی پر تحقیق کرنے والے محققین کی رہنمائی کے لیے بعض اہم مطبوعہ وغیر مطبوعہ عربی، فارسی، اردو، سندھی کتب و رسائل کی فہرس پیش کی جا رہی ہے۔

- ۱ عربی: ابوالحسن علی ندوی، نزہۃ الخواطر و سبحة المسامح والنواظر، مطبوعہ حیدرآباد دکن، ۱۹۷۰ء
- ۲ احمد رضا خاں: جد المآثر علی الدر المحتار، ترتیب و تحقیق مولانا محمد احمد مصباحی و مولانا عبدالمبین نعمانی، جلد اول مطبوعہ حیدرآباد دکن، ۱۹۸۲ء، جلد ثانی مطبوعہ ممبئی، ۱۹۹۴ء
- ۳ احمد رضا خاں: الاجازة الرضویة لبطل مکتة البہیة، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۶ء
- ۴ احمد رضا خاں: تصانید مدائح فضل رسول و حمد فضل رسول (۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء)، مطبوعہ مبارک پور
- ۵ احمد رضا خاں: قصیدہ آمال الابرار و آلام الاشرار (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء)، مطبوعہ پٹنہ
- ۶ احمد رضا خاں: الدلائل المکیة بالمادة القیسیة (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)، مطبوعہ کراچی
- ۷ احمد رضا خاں: کفل الفتیة الفاہم فی احکام قرطاس الدر اہم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)، مطبوعہ لاہور
- ۸ جلال الدین نوری، ڈاکٹر: الخطوط الرئیسة لاقتصاد الاسلامیہ، مطبوعہ کراچی
- ۹ شجاعت علی قادری، جسٹس: مجدہ الاممہ لاشاہ احمد رضا خاں، مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۹ء
- ۱۰ محمد نصر اللہ افغانی، جسٹس: قیة العصر الامام الہمام احمد رضا خاں، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۳ء
- ۱۱ محمد ظفر الدین رضوی: الجامع الرضوی، مطبوعہ حیدرآباد سندھ، ۱۹۹۲ء





۱۲) محمد سعید احمد ڈاکٹر: شیخ احمد رضا خان البریلوی (معربہ محمد عرف اللہ مصباحی) مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء

۱۳) ممتاز احمد سیدی: دورِ شیخ احمد رضا البریلوی الخفی فی مقاوت البدع والترذیل علیہا، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء

۱۴) احمد رضا خاں: کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء) مطبوعہ مراد آباد، کراچی، لاہور

۱۵) احمد رضا خاں: القادی الرضویہ فی العطا یا النبویہ (۱۸۶۹ء تا ۱۹۲۰ء)، اردو، فارسی، عربی، ۱۱ جلدات

مطبوعہ مبارک پور، سلی بھیت، بمبئی، کراچی، لاہور، فیصل آباد

۱۶) احمد رضا خاں: الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ المحکمہ لولایۃ فلسفۃ المشتملہ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) مطبوعہ دہلی

۱۷) احمد رضا خاں: فوز مبین در حرکت زمین (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) مطبوعہ بریلی

۱۸) احمد رضا خاں: دیوان حدائق شمس اردو، فارسی، عربی (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) مطبوعہ بریلی، یوٹیو، کراچی

۱۹) احمد رضا خاں: تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء) مطبوعہ بریلی

۲۰) اقبال احمد قادری: امام احمد رضا اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

۲۱) جمال الدین، ڈاکٹر سید: امام احمد رضا اور مولانا ابوالکلام آزاد کے افکار، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء

۲۲) حسن رضا خاں: فقہیہ اسلام، مطبوعہ الہ آباد ۱۹۸۱ء (مقالہ ڈاکٹریٹ پٹنہ یونیورسٹی)

۲۳) حسین رضا خاں: سیرت اعلیٰ حضرت، (مرتبہ سید منظر قیوم) مطبوعہ سلی بھیت ۱۹۸۳ء

۲۴) رحمان علی، مولانا: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۳ء

۲۵) شمس بریلوی: امام احمد رضا کے فقہیہ کلام کا تحقیقی و ادبی جائزہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء

۲۶) شمس بریلوی: امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء

۲۷) عبد المجتبیٰ رضوی: تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۹ء



- عبد النعمیم عزیز می، ڈاکٹر: کلام رضا کے تنقیدی زاویے، مطبوعہ بریلی، ۱۹۹۰ء (۲۸)
- فیض احمد ویسی، علامہ: الحقائق فی الحدائق، بہاول پور ۱۹۹۳ء (۲۹)
- غلام یحییٰ انجم، ڈاکٹر: امام احمد رضا اور مولانا ابوالکلام آزاد کے افکار (مقالہ دوم) مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء (۳۰)
- مجید اللہ قادری، ڈاکٹر: کنز الایمان اور دوسرے معروف اردو قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ (مقالہ ڈاکٹریٹ کراچی یونیورسٹی) کراچی ۱۹۹۳ء (۳۱)
- محمد ابراہیم خوشتر صدیقی: تذکرہ جمعیل، مطبوعہ دہلی، ۱۹۹۱ء (۳۲)
- محمد احمد مصباحی: امام احمد رضا اور تصوف، مطبوعہ مبارک پور، ۱۹۸۸ء (۳۳)
- محمد بربان الحق: جیلپوری: اکرام امام احمد رضا مرتبہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء (۳۴)
- محمد جلال الدین قادری: امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء (۳۵)
- محمد خان مفتی: شرح سلام رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء (۳۶)
- محمد رفیع اللہ صدیقی، پروفیسر: فاضل بریلوی کے معاشی نکات، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء (۳۷)
- محمد صادق قصوری و ڈاکٹر مجید اللہ قادری: خلفائے اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء (۳۸)
- محمد ظفر الدین رضوی: حیات اعلیٰ حضرت (۱۹۳۸ء) جلد اول، مطبوعہ کراچی (۳۹)
- محمد عبد الحکیم اختر نقشبندی: رسائل رضویہ، جلد اول (۱۹۷۴)، جلد دوم (۱۹۷۶)، مطبوعہ لاہور (۴۰)
- محمد عبد الحکیم شرف قادری: البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء (۴۱)
- محمد عبدالسار طاہر: آشیہ رضویات، جلد دوم مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء (۴۲)
- محمد فاروق القادری، پروفیسر: فاضل بریلوی اور امور بدعت، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء (۴۳)



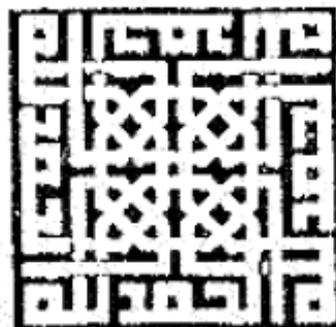


- محمد مرغوب اختر الحامدی : امام نعت گویاں ، لاہور ۱۹۷۷ء (۴۴)
- محمد مکرّم احمد، ڈاکٹر: فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کا تقابلی جائزہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء (۴۵)
- محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء (۴۶)
- محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: امام احمد رضا اور عالم اسلام، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء (۴۷)
- محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء (۴۸)
- محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: محدث بریلوی، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء (۴۹)
- محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: رضا بریلوی، انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، پنجاب یونیورسٹی لاہور، جلد نمبر ۱۰ (۵۰)
- محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: تنقیدات و تعاقبات امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء (۵۱)
- محمد مصطفیٰ رضا خاں، مفتی: الملقوظ حصہ اول، دوم، سوم، چہارم، مطبوعہ بریلی (۵۲)
- محمد حسین اختر مصباحی، امام احمد رضا اور رتبہ دعوات و منکرات، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۵ء (۵۳)
- وجاہت رسول قادری، سید ڈاکٹر مجید اللہ قادری، آئینہ رضویات، جلد اول مطبوعہ کراچی ۱۹۸۹ء (۵۴)
- محمد حریم سکندی، مفتی: ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء (۵۵)
- محمد عبدالرسول بلوچ قادری: سو جھرو (ترجمہ سندھی اُجالا)، کراچی ۱۹۸۵ء (۵۶)

## English

1. Abd al-Rashid, Mian: *Islam In Indo-Pak Subcontinent*, Lahore, 1977
2. Ahmad Andrews: *Imam Ahmad Riza And British Converts To Islam*, (U.K.), Lahore, 1994
3. Anwar Ali, S.: *Mystics And Monarchs*, Karachi, 1979
4. Barbara D. Metcalf : *The Reformist Ulema — Muslim Religion Leadership in India (1860 - 1900)*, Berkeley, 1974

5. G. D. Qureshi, Prof.: English Translation of Hada'iq-i-Bakhshish by Ahmad Riza Khan, Newcastle, U.K.
6. G. D. Qureshi, Prof. : English Translation of Tamhid-e-Iman by Ahmad Riza Khan, (U.K.), Karachi.
7. Farid al-Haq, Shah : English Translation of Kanz al-Iman, Karachi
8. Habib al-Haq, Nadvi, Dr. : Islamic Resurgent Movements in the Indo-Pak Subcontinent, Durban (South Africa), 1986
9. Ishtiaq Husayn Qureshi : Ulema In Politics, Karachi, 1973
10. M. Hanif Akhtar Fatmi : English Translation of Kanz al-Iman by Ahmad Riza Khan, (U.K.) Lahore, 1984
11. Muhammad Haroon, Dr. : The World Importance of Imam Ahmad Riza Khan Bareilwi, Riza Academy, U.K, 1994
12. Muhammad Mas'ud Ahmad, Dr. : Neglected Genius of the East, Lahore, 1973
13. Muhammad Mas'ud Ahmad, Dr. : Baseless Blame, Karachi, 1991
14. Muhammad Mu'azam Ali : Fundamental Faiths of Friends (English Translation of "I'tiqad al-Ahbab etc." 1298/1880 ; by Ahmad Riza Khan Bareilwi) Karachi, 1995
15. Nigar Irfany : The Saviour, Karachi, 1990
16. Rahamtullah, Prof. : The Reformer of Muslim World (Tamil Nadu, India), Karachi, 1995
17. Usha Sanyal, Dr. : Mawlana Ahmad Riza Khan Bareilwi And Ahl-i-Sunnat Wa-Jam'at Movement (1870-1921) (Columbia University.) Oxford University Press, New Delhi.
18. Zahoor Afsar: A'lahazrat At A Glance, Karachi, 1994
19. Zayn al-Din Siddiqi, Prof. : Imam Ahmad Riza — Reflections And Impressions, Chartsworth, 1993



اُردو شاعری کے ناقدین نے متیسرے لے کر فراق بہک بھی کے قد ناپے مگر  
 اُردو غزل کے بہترین پارکھ نے بھی یہ ہمت نہیں کی کہ مولانا اسلم در رضا خاں  
 کی نعمت کے منفرد رکھ رکھا ڈسے بحث کر سکتا۔ اُردو کے بڑے شاعروں  
 کا سارا بڑا پن شاعرانہ سحر کاریوں کے گرد گھومتا ہے۔ ان سب کا جلوہ ایک جگہ  
 اور پورے نگرانی و فنی التمام کے ساتھ اگر دیکھنا ہو تو ناضل بریلوی کی  
 ”حداق بخشش“ دیکھیں۔ یہاں میسر کی درد مندی بھی ہے، غالب کا تفکر بھی،  
 مومن کی شائستہ نظری بھی ہے، سودا کی خلاق ذہنی بھی، درد کی عارفانہ سادگی  
 بھی ہے، ذوق کی زبان دانی بھی، اقبال کی فلسفیانہ گہرائی بھی ہے، مآلی کی  
 عاجزی و انکاری بھی، جگر کی والہانہ ربودگی بھی ہے، فانی کی فلسفیانہ نظری  
 بھی، حسرت کی واقیبت بھی ہے اور اصغر کی معرفت پسندی بھی۔

پروفیسر وسیم بریلوی